October-2020 Rs. 25/-

صفر المظفر / ربیع الاول ۱۴۴۲ھ / اکتوبر ۲۰۲۰ء

- آمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- دین حسن اور حب نبوی
- آمد سرکار اور موسم بہار
- کامیابی کا آسان طریقہ
- کیا خطائے اجتہادی عیب نہیں
- فتنوں کا ظہور اور اہل حق کا جہاد
- امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
- امارات اسرائیل معاہدہ!
- مسلکی غنڈہ گردی کے اسباب
- اسلام کا نظام عدل وانصاف
- روافض اپنے افکار ونظریات کے آئینے میں

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار
امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ وجانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی
بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ
مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان
ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
شمارہ نمبر ۱۰
Issue No.10
Vol. 5 جلد نمبر ۵
صفر المظفر
ربیع الاول ۱۴۴۲ ہجری
اکتوبر ۲۰۲۰ء
مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی
تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ
قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر
انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔
نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔
ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔
Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453
Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in
رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ رسوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳
ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔
Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

بہار کا موسم دراصل سرسبز وشادابی، رونق وتازگی، فرحت وانبساط، کیف وسرور، اور جوش وولولہ کا مظہر ہے، اس موسم میں ہر شئے اپنی نکھار سے ''بہار'' کی موجودگی کا خوبصورت احساس دلاتی ہے، اس وقت ہر شئے اپنی جوانی اور شباب کی منزلیں طے کرتی ہوئی نظر آتی ہے اور جوان و توانا چیزیں تازگی وملاحت آفرینی سے وجد کناں دکھتی ہیں، حتیٰ کہ عمر رسیدہ اشیا بھی اپنی جاذب نظر رنگت سے اس موسم کے برکات کی شہادت دیتی ہیں۔

چار فضائی موسموں میں سے ایک موسم بہار شمالی نصف کرہ میں مارچ اور اپریل کو آتا ہے جبکہ جنوبی نصف کرہ میں ستمبر اور اکتوبر کے مہینوں میں آتا ہے، یہ نہ زیادہ گرم ہوتا ہے نہ زیادہ سرد! خزاں کے سبب اپنے پیرہن سے محروم ہو چکے پیڑ، پودے موسم بہار میں نیا لباس بدلتے ہیں، جن کے خوب صورت، تروتازہ اور صاف وشفاف سبزہ زار پتّوں کا پیراہن آنکھوں کو طراوت بخشتا ہے اور قلب وجگر کو تازگی کا تحفہ دیتا ہے۔

موسم بہار اہل جہاں کو تازگی وتوانائی کا احساس دلاتا ہے، یہ انسانی، حیوانی اور نباتی صحت کے لئے انتہائی فائدہ مند ہوتا ہے، انسانی چہروں پر شگفتگی، مسکراہٹ اور نکھار نظر لاتا ہے، حیوانات کے اندر بہت سی خوش گوار تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، نباتات میں تو یہ موسم حقیقی بہار لاتا ہے، باغوں، پودوں اور جنگلات میں صدہا قسم کے پھل دار یا پھولدار پودوں کے چھوٹے چھوٹے شگوفوں اور کونپلوں کا وجود فضا میں بھینی بھینی خوشبو بسا دیتا ہے، پھولدار پودوں میں تو یہ سماں اور بھی زیادہ دلکش اور قابل دید ہوتا ہے، ان میں پتوں کے سبزہ زار کے ساتھ ساتھ قدرت کا ودیعت کردہ خوش نما پھول بھی ان کی رونق کو دوبالا کر دیتا ہے۔

انسانی بچے بھی پھولوں کی طرح نرم ونازک ہوتے ہیں، یہ موسم انھیں بھی بھرپور مستفیض کرتا ہے، ان کے جسم میں چستی، پھرتی، چالاکی اور توانائی پیدا ہوتی ہے، جسمانی نشوونما کے لحاظ سے یہ موسم ان کے لئے بہت مفید ہوتا ہے، جس طرح باغوں میں پھول روز افزوں دلکش اور خوبصورت ہوتے جاتے ہیں اسی طرح بچوں میں بھی خوبصورتی اور رعنائی بڑھتی رہتی ہے اور وہ دن بدن ہشاش بشاش رہنے لگتے ہیں۔

یہ موسم ایسا جانفزا کیوں ہے؟ کیوں کہ اس موسم بہار میں ''جان بہار'' اور ''مظہر شان پروردگار'' کی تشریف آوری ہوئی ہے، جس کے آنے سے اس کائنات کے مردہ وجود میں حیات نو کی تازگی دوڑ گئی، باغات سبزہ زار ہو گئے اور چمن کی کلیوں میں چٹکنے کا شعور پیدا ہو گیا، پھول کھلنے اور مہک نے لگے، کھیت کھلیان کی فصلیں لہلہانے لگیں، پیڑ پودے ثمر بار ہو گئے، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ ساری چمک دمک اور رعنائیاں انھیں کے انوار کی چھینٹیں ہیں جو تمام موجودات ومشاہدات میں اپنی نورانیت بکھیر رہی ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی اس کی یوں ترجمانی فرما رہے ہیں ؎

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے، انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

ربیع کا لغوی معنی ''فصل بہار'' کے ہیں اور اوّل بمعنی ''پہلا'' اس طرح ''ربیع الاوّل'' کا معنی ہوا ''پہلی فصل بہار'' یا ''پہلا موسم بہار'' مشہور کتابوں میں آیا ہے کہ صبح شب ولادت کائنات کے ذرّے ذرّے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انوار کا مشاہدہ کیا گیا، آپ کے فیضان کا ظہور نظر آیا، فضا

مشکبار اور فرحت فزا ہوگئی، مکہ کی گلیاں بارونق ہوگئیں، لاغر وناتواں جانور فربہ اور طاقتور ہوگئے، جن کا دودھ ختم ہو گیا تھا دودھ دینے لگے، جن درختوں کے پتے خشک ہو چکے تھے ان پر سبز وشاداب پتے ہواؤں سے اٹھکھیلیاں کرنے لگے، پھولوں پر غضب کا نکھار آ گیا، فرط مسرت میں عالم کا ذرہ ذرہ نغمہ سرا ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماہ ولادت پرسعادت کو ''ربیع الاوّل'' کہا جاتا ہے، بعض صاحبان دل اور اہل محبت ومعرفت ''ربیع الاوّل'' کو ''ربیع النور'' بھی کہتے ہیں اور حق کہتے ہیں کہ ''ربیع''، یعنی بہار تو ایک مختصر موسمی سماں کا استعارہ ہے جو کئی اعتبار سے ناقص ہے، بہار آتی ہے اور چلی جاتی ہے، موسم بہار میں اگر ہریالی آتی بھی ہے تو محدود ساعتوں کے لئے، خنکی کا اثر بھی آب وہوا تک ہی محدود رہتا ہے، لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور تو انوار کی صبح بہاراں ہے، ابدی فیوضات کا سرمدی موسم ہے، نبض ہستی کی حرکت و حرارت کا باعث ہے، ولادت رسول صرف بہاروں کا پیغام نہیں بلکہ دائمی انوار و فیوضات کا سرچشمہ ہے جسے قیامت تک نور بار رہنا ہے اور یہ انوار و فیوضات کسی ایک عالم کے لئے نہیں بلکہ عالم جن و انس کے لئے بھی ہیں، عالم نباتات و جمادات کے لئے بھی اور عالم چرند و پرند کے لئے بھی حتی کہ عالم لاہوت وملکوت کے لئے بھی ہیں۔

یقیناً موسم بہار چند ایام وشھور کا مہمان ہوتا ہے پھر ساری شادابیاں، رعنائیاں اور رنگینیاں رفتہ رفتہ اپنی جاذبیت ومقناطیسیت کھو دیتی ہیں لیکن بانیٔ اسلام کے صدقے اس فرش گیتی پر چھانے والی بہار چند روزہ نہیں بلکہ دوام وہمیشگی والی ہے، اس کا فیضان عالم گیر وہمہ گیر ہے، فرش زمین پر موجود جملہ مخلوق اس کے باران رحمت سے سیراب وشادکام ہے۔

ربیع النور کے صدقے انسانیت پر ایسی بہار چھائی کہ قیام قیامت تک کے لئے انسانوں کے حقوق محفوظ ہو گئے، عورتوں پر اس موسم کی ایسی کرم فرمائی ہوئی کہ جس سماج میں عورت کا کوئی مقام ومرتبہ نہیں تھا، جنھیں پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا تھا وہاں اس کے لیے باقاعدہ حقوق مرتب کئے گئے، اس کے تمام رشتوں کو عزت واحترام کا مستحق قرار دیا گیا یہاں تک کہ ایک ماں کی حیثیت سے اس کے قدموں میں جنت جیسی نعمت رکھ دی گئی، 12 ربیع النور کو افق عالم پر طلوع ہونے والے آفتاب وماہتاب نے ایسا جام محبت پلایا کہ آپس میں ہولناک جنگ کرنے والے اخوت کے پاکیزہ رشتے میں بندھ گئے اور صدیوں سے ایک دوسرے پر خون آشام تلواریں چلانے والے آپس میں شیر وشکر ہو گئے یہاں تک کہ اپنے اپنے مال وأسباب اور زمین وجائداد کا نصف حصہ مہاجرین کو دے دیا، جانوروں پر اس بہار کا ایسا ابر کرم برسا کہ انھیں بھی رحم وکرم کا مستحق قرار دے کر ان سے کام لینے کا ضابطہ متعین کیا گیا، نباتات پر بھی اس موسم بہار کی یہ کرم فرمائیاں ہوئیں کہ وقت پر ان کی مناسب آبیاری کی تحدید اور بلاوجہ ان کی شاخیں توڑنے پر زجر وتوبیخ کی گئی، یہاں تک کہ مسواک کے لئے بھی ایک حد متعین کی گئی غرض کہ عالم میں موجود ہر شئے پر 12 ربیع النور کا فیضان جھما جھم برسا اور قیامت تک برسے گا۔

نباتات و جمادات میں احساس وادارک کی صفت نہیں ہوتی لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ادنیٰ سا تعلق بھی وہ اثر رکھتا ہے کہ ایک خشک تنے کو بھی ہوش وخرد، احساس وادراک اور عشق ومحبت کے لطیف جذبے سے سرشار کر دیتا ہے اور ایک ہم ہیں کہ تمام تر قلبی، ذہنی اور حسی صلاحیتیں رکھتے ہوئے بھی بے حس، بے کیف اور محروم ہیں، کیا ہم ان پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں جو قربت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض پا کر حیات جاوداں پا گئے؟ ہم تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماننے والے، آپ پر ایمان رکھنے والے اور آپ کی اطاعت وفرماں برداری کا دم بھرنے والے ہیں، آج کیوں ہم اپنے رب سے، اپنے رسول سے اور اپنی عاقبت سے بے خبر ہیں، ہمارے سینوں کے اندر دل دھڑکتے ضرور ہیں لیکن ان دھڑکنوں میں فانی دنیا کی محبتیں رچ بس گئی ہیں، دل کی تختیاں غفلت شعاری اور شامت اعمال سے سیاہ ہو چکی ہیں،

ذلت ورسوائی ہمارا مقدر بنتی جارہی ہے، ہمیں کوئی بھی، کہیں بھی، کبھی بھی پیٹ پیٹ کر مارڈالتا ہے لیکن کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

اللہ رب العزت نے ہمیں عزت وعظمت والے ممتاز نبی کی غیرت منداور ممتاز امت میں پیدافرمایا ہے لیکن ہم نے اپنی شرافت وصداقت اور غیرت وحمیت کو کہیں گروی رکھ دی ہے، ورنہ آج ہمارا یہ حال نہ ہوتا، اگراب بھی ہم نے اپنے ماضی کی روش کی تجدید کرلی تو یقیناً ہمارا مستقبل روشن وتابناک ہوتے دیر نہیں لگے گی، ہمارا وقار واعتبار بحال ہوتے وقت نہیں لگے گا، بس صرف اور صرف ۔

طریق مصطفےٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی
ہمیں کرنی ہے شہنشاہ بطحا کی رضا جوئی
توہ اپنے ہوگئے تو رحمت پروردگار اپنی

آئیے اپنے آقا کی اطاعت کے لئے خود کو تیار کرلیں، اپنے آپ کو حرص وہوس اور خواہشات نفسانی سے کنارہ کش کرلیں، مساجد کو اپنے سجدوں سے آباد کر دیں، مصطفےٰ جان رحمت کی اطاعت وفرماں برداری، وفاداری وجاں نثاری سے آپ کے سچے امتی ہونے کا ثبوت پیش کریں، مولیٰ تعالیٰ ہمیں آپ کے اسوہ حسنہ کو اپنا جادہ راہ بنانے کا جذبہ صادق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۵۷/کا بقیہ.......................

موجودہ سال کی بھی بقدر نصاب باقی ہے تو اس کی بھی زکاۃ ادا کرے۔

عرض...۸: کیا ہر نبی پیدائشی نبی ہے اور نبوت کا اعلان چالیس سال کی عمر میں ہوتا ہے؟ یا چالیس سال میں نبوت ملتی ہے؟

ارشاد...: پیدائشی نبی تو چند ہوئے اور ہمارے سرکار ابد قرار صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے نبی ہیں اور سارے انبیا علیہم السلام سے پہلے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا ظہور ہوا اور جب ہی سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو منصب نبوت عطا کیا گیا:

کنت نبیاً وأدم بین الروح والجسد

میں نبی تھا جب کہ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم کا خمیر تیار نہیں ہوا تھا اور وہ روح اور جسد کے درمیان تھے۔

(سنن الترمذی، جلد ۱۳، صفحہ ۱۸۹، حدیث ۳۹۶۸)

وان آدم لمنجدل فی طینته

آدم اپنے خمیر میں تھے کہ میں اس وقت نبی تھا۔

(کشف الخفاء، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱۲، حدیث ۲۰۱۷)

مختلف قسم کی روایتیں اس سلسلے میں آئی ہیں اور آیت کریمہ سے یہ معنیٰ ان احادیث کا معنیٰ ثابت ہوتا ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ

یاد کرو جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبیوں (علیہم السلام) سے یہ وعدہ لیا تھا کہ جو کچھ کتاب اور حکمت میں تم کو دوں پھر تمہارے پاس تشریف لے آئے وہ رسول (علیہ الصلاۃ والسلام) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالم ارواح میں حضور صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اُس انبیا (علیہم السلام) کی انجمن میں صدرِ انجمن محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو بنایا اور انبیا (علیہم السلام) سے عہد لیا کہ یہ جو تمہارے صدر ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم میں تم کو نبوت دیتا ہوں اس شرط پر کہ عالم اجسام میں اگر یہ تمہارے نبوت کے دور میں ظاہر ہوئے تو ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کروگے؟ ابھی وہ کہہ نہیں پائے تھے اقرار نہیں کر پائے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سبقت کرکے پوچھا:

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ

کیا اس کا اقرار کرتے ہو؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟

........جاری

پہلی قسط

از: علامہ اولادرسول قدسی

آمدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی دنیا میں کفر وشر کا زور بڑھا، رب کائنات نے انسانوں کے رشد وہدایت کے لئے پیغمبرانِ عظام مبعوث فرمائے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ تک کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام اس خاکدان گیتی پر تشریف لائے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر آٹھائے جانے کے تقریباً پانچ سو برس بعد خداوند قدوس نے اس وقت رسول کونین ﷺ کو ملک عرب میں مبعوث فرمایا جب عرب کے حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہو چکے تھے، چند جملوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ انسان تھا مگر انسانیت کالعدم ہو چکی تھی، آدمی تھا مگر آدمیت کا کوسوں دور تک پتہ نہیں تھا، اخلاقی اقتدار آہیں بھر رہے تھے، تہذیب وتمدن سسکیوں پہ سسکیاں لے رہے تھے، شرافت ونجابت کا دن دھاڑے جنازہ نکل رہا تھا، وہ ایسا سنگین وقت تھا کہ انسانوں میں ایمان وعمل دونوں بالکلیہ مفقود ہو چکے تھے۔

ایمان وعقیدے کا یہ عالم تھا کہ انسان خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش سے یکسر منھ موڑ کر پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو اپنا معبود یا شریک معبود سمجھ کر ان کی پوجا پاٹ میں مصروف نظر آرہا تھا، عمل کی گراوٹ کی یہ کیفیت تھی کہ قتل، رہزنی، جوا، شراب نوشی، حرام کاری، عورتوں کا اغوا، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، عیاشی، فحش گوئی جیسے مذموم افعال کے ارتکاب میں انسان کسی قسم کا عار محسوس نہیں کرتا تھا، ایسے پراسرار ماحول میں ضرورت تھی ایک ایسے ہادی کی جو اپنی خداداد قوت سے انسانوں کو شرفِ انسانیت سے ہمکنار کر سکے، خداوند قدوس کی رحمتیں جوش میں آئیں، اس نے اپنے محبوب ہادیٔ اعظم، محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النّبین اور رحمت للعالمین بنا کر اس روئے زمین پر مبعوث فرمایا۔

چنانچہ قولِ مشہور کے مطابق واقعۂ اصحاب فیل کے پچپن دن کے بعد ۱۲ر ربیع الاوّل مطابق ۲۰ر اپریل ۵۷۱ء کو رسول کائنات ﷺ پاکیزہ بدن، ناف بریدہ، ختنہ شدہ، بحالت سجدہ مکہ شریف میں پیدا ہوئے، آپ کی ولادت باسعادت کا مژدہ جانفزہ سنتے ہی آپ کے دادا حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاداں وفرحاں حرم کعبہ سے اپنے گھر آئے اور اپنے پیکر نور پوتے کو کلیجے سے لگایا اور کعبۃ اللہ میں لے جا کر خیر وبرکت کی دعا مانگی، اسم گرام ''محمد'' رکھا، سب سے پہلے آپ نے ابولہب کی لونڈی حضرت ثوبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ نوش فرمایا پھر اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دودھ سے سیراب ہوتے رہے، اس کے بعد عرب کے رسم ورواج کے مطابق حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں اور اپنے قبیلے میں رکھ کر دودھ پلاتی رہیں یہاں تک کہ آپ کے دودھ پینے کا زمانہ انہیں کے یہاں گزرا۔

آپ کے بچپن کی دلکش اداؤں کے سلسلے میں حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ آپ کا جھولا فرشتوں کے ہلانے سے ہلتا تھا اور آپ بچپن میں چاند کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرماتے تو چاند آپ کی انگلی کے اشاروں پر حرکت کرتا، جب آپ نے کلام کرنا شروع کیا تو سب سے پہلے آپ کی زبان اقدس سے مندرجہ ذیل مبارک جملہ صادر ہوا ''اللہ اکبر الحمد للہ رب العٰلمین وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔''

بچوں کی فطرت کے مطابق کبھی بھی آپ نے کپڑوں میں بول وبراز نہیں فرمایا، جب آپ چلنے پر قادر ہوئے تو باہر بچوں

کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود کھیل کود میں شریک نہیں ہوتے، اگر کبھی لڑکے آپ کو کھیل کی طرف بلاتے تو فرماتے ''کہ میری تخلیق کھیل کود کے لئے نہیں ہوئی۔''

صحیح البخاری کی دوسری جلد میں باب وامھاتکم اللّتیی ارضعنکم کے تحت مندرج ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر سنتے ہی حضرت ثوبیہ نے جو اس زمانے میں ابولہب کی لونڈی تھیں شاداں و فرحاں دوڑتی ہوئی آئیں اور اپنے آقا ابولہب کو یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ مبارک ہو نور و نکہت سے معمور انتہائی حسین وجمیل تمہارے بھتیجے کی پیدائش تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر ہوئی ہے، یہ مسرور کن خبر سن کر ابولہب کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی، فرطِ مسرت وفرحت میں اس نے اپنی لونڈی کو انگلی کے اشارے سے آزادی کا پروانہ دے دیا، ابولہب کے اس عمل خیر کا فائدہ یہ مرتب ہوا کہ اس کی وفات کے بعد عم رسول حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابولہب کے سگے بھائی تھے، اسے ایک بار خواب میں دیکھا اور اس کے برزخی احوال سے متعلق پوچھا تو اس نے اپنی اس انگلی کو اٹھا کر جواب دیا کہ بھائی کیا بتاؤں بے حد اذیت میں مبتلا ہوں، سخت سے سخت تر عذاب سے دوچار ہوں، آپ حضرات سے مفارقت کے بعد مجھے قبر میں خور د ونوش کے لئے کچھ بھی میسر نہیں آتا، البتہ مجھے اس انگلی سے پانی عطا کیا جاتا ہے جس سے میں نے ''محمد'' (ﷺ) کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

اس واقعہ سے متأثر ہو کر شیخ علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی مشہور زمانہ کتاب مستطاب ''مدارج النبوۃ'' کی دوسری جلد کے انیسویں صفحہ میں جو قلم بند فرمایا ہے، وہ انتہائی ایمان و افروز بصیرت خیز اور سبق آموز ہونے کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے لئے لمحۂ فکریہ اور تازیانۂ عبرت ہے جو حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر میلاد پاک منانے والوں کو بدعتی قرار دیتے اور محفل میلاد پاک کو بدعت سے تعبیر کرتے ہیں، شیخ علی الاطلاق فرماتے ہیں کہ ابولہب کا یہ واقعہ میلاد النبی منانے والوں کے لئے جواز کا واضح ثبوت اور انعقاد محفل میلاد کے لئے ناقابل انکار سند ہے، مزید فرماتے ہیں کہ ابولہب جو کھلا ہوا کافر و مشرک تھا اور اس کی مذمت میں قرآن مقدس کے اندر مکمل ایک سورۃ نازل ہوئی، جب اسے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پر اظہار مسرّت پر من جانب اللہ جزا مل سکتی ہے تو پھر مسلمانوں کو کیوں نہیں جو اپنے آقا کی محبت میں میلاد پاک کی محفل منعقد کرتے، مال خرچ کرتے اور کیف و فرحت کا اظہار کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی عمر شریف جب چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ اللہ کی پیاری ہوگئیں، والدہ ماجدہ کی رحلت کے بعد آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ آپ کی پرورش فرمائی۔ ابھی آپ نے عمر کی آٹھ ہی بہاریں دیکھی تھیں کہ آپ کے دادا نے بھی دنیائے فانی کو خیر آباد کہہ دیا۔ آپ کے دادا کے وصال پر ملال کے بعد آپ کے انتہائی شفیق وخلیق چچا ابوطالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لیا، احادیث نبویہ گواہ ہیں کہ سرور کونین ﷺ کی دل آویز وروح پرور اور لطافتوں سے لبریز ادائیں دیکھ کر ابوطالب کے اندر ایسی گرویدگی پیدا ہوئی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے پیارے بھتیجے کو اپنی آنکھوں سے الگ ہونے نہ دیا، ہمہ وقت سفر ہو یا حضر اپنے ساتھ رکھتے، ان کے لئے آقا کا ایک پل بھی نظروں سے اوجھل ہونا قطعی گوارا نہ تھا، ابوطالب کی شیفتگی وگرویدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے سرکار ابد قرار ﷺ کی شان اقدس میں ایک انتہائی فصیح و بلیغ طویل قصیدہ قلم بند فرمایا جس کا ہر شعر نہ صرف یہ کہ آقائے کریم ﷺ کی بے مثال مدح وستائش پر دال ہے بلکہ ان کی بے لوث فقید النظیر شفقت کا بھی روشن اظہار ہے، اس طویل قصیدے کا ایک تلمیحی شعر یوں ہے:

وابیض الیتامی الغمام بوجھہ
ثمال یستقی عصمۃ للارا مل

یعنی وہ (حضور اکرم ﷺ) ایسے ابیض یعنی سفید رنگت

کے مالک ہیں کہ ان کے روئے ضو بار کے توسط سے طلب بارش کی جاتی ہے، وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کے سہارا ہیں۔ چونکہ یہ تلمیحی شعر ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس شعر کا پس منظر تاریخ کی روشنی میں پیش کیا جائے۔

عرب کی تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ زمانۂ گذشتہ میں بسا اوقات باشندگان عرب کو قحط سالی سے دو چار ہونا پڑتا تھا۔ جب بارش کا فقدان ہوتا تو زمینیں پھٹ کر آہیں بھرتیں، جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف خشکی ہی خشکی نظر آتی۔ چاروں طرف نا قابل بیان اضطراب کا جانکاہ عالم ہوتا۔ ایسی سنگین صورت حال میں نہ صرف یہ کہ انسان متاثر ہوتے بلکہ جانور بھی درد و کرب میں مبتلا ہو جاتے۔ ظاہر ہے بارش نہ ہونے کی بنیاد پر جہاں انسان کو دانہ پانی میسر نہیں آتا، قافلوں کی آمد و رفت کا سلسلہ مسدود ہو جاتا وہیں جانور بھی چارہ اور پانی سے یکسر محروم ہو جاتے نتیجتاً انسان اور جانور کی جانوں کے ایسے لالے پڑتے کہ وہ تڑپ تڑپ کر دم دوڑ دیتے، اتنی اموات واقع ہوتیں کہ پورا علاقہ کا علاقہ قحط سالی جیسے وبال جاں سے ماتم کدہ بن جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ جہاں اس سے بچنے کی دعائیں کرتے وہیں اس کے حملہ آور ہونے کے بعد اس کے تدارک کے لئے مختلف تراکیب اپناتے۔ ایام جاہلیت میں چونکہ بت پرستی کا ہر سو زور تھا اور کاہنوں کی کہانت کا سکّہ بٹھا ہوا تھا، اس لئے مرتے کیا نہ کرتے کے تحت لوگ کبھی بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہو کر آہ و فغاں کرتے، گونا گوں چڑھاوا پیش کرتے اور اپنی نا گفتہ بہ حاجات پیش کرتے اور اپنی درپیش مشکلات کے حل کا سوال کرتے تو کبھی کاہنوں کے پاس جا کر جبیں سائی کرتے اور فریادی بن کر بڑی منت و سماجت کرتے کہ ہمیں قحط سالی کی آفتوں سے نجات دلائی جائے، کچھ ایسا کرتب دکھایا جائے کہ آسمان کا مونھ کھل جائے اور بارش سے زمینیں تر بتر ہو جائیں۔

رسول کائنات ﷺ کے عہد طفولیت میں بھی ایک بار ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگوں کا جینا دوبھر ہو گیا۔ انسانوں اور جانوروں کی زندگی اجیرن بن کر رہ گئی، ایک ایک لمحہ کرب و اضطراب میں گذرنے لگا، رسوم قدیمہ اور عقیدۂ باطلہ کے تحت باشندگان مکہ نے یہ ارادہ کیا کہ ان صبر آزما حالات سے نجات پانے کے لئے بت کدہ پہنچ کر بتوں کے سامنے استغاثہ کیا جائے بصورت دیگر ہم ہلاکت کے دہانے تک پہنچ جائیں گے۔ ہمارے بت ہی ہیں جو ہمیں ان مصائب سے رستگاری کا پروانہ دے سکتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ لوگ بت کدہ کا رخ کرتے معاً مکہ شریف کے رہنے والے ایک حسین و جمیل انتہائی معمر شخص نے لوگوں سے کہا کہ میری مانو بجائے بتوں کے پاس جانے کے بہتر یہ ہے کہ چونکہ ہمارے مابین جناب عبد المطلب کے بیٹے ابو طالب بقید حیات ہیں، وہ معظم و مکرم ہونے کے پہلو بہ پہلو خانۂ کعبہ کے متولی و سجادہ نشین بھی ہیں۔

لہٰذا ان کی بارگاہ میں ہم سب چل کر دعا کی درخواست کرتے ہیں، مجھے امید واثق ہے کہ ہم ان کی نیک دعاؤں سے اس عالم کرب و اضطراب سے بآسانی نجات پالیں گے۔ اہل مکہ کو معمر شخص کی باتیں بے حد پسند آئیں اور سرداران مکہ بلاچوں و چرا تاخیر کئے بغیر ابو طالب کے دولت کدے پر حاضر ہوئے اور انتہائی غمزدہ لہجے سے ناگہانی آفت کا ذکر کیا اور ان سے ملتمس ہوئے کہ آپ کعبۃ اللہ کے متولی و سجادہ نشین ہیں، جناب عبد المطلب بن ہاشم کے نور نظر لخت جگر ہیں، اہل مکہ آپ کا بے حد عزت و احترام کرتے ہیں۔ یہاں ہر دل میں آپ کی عظمت شان کی شمع فروزاں ہے۔ آپ کی خاندانی نجابت و شرافت نا قابل انکار ہے۔ آپ کا خاندانی وطیرہ ہے کہ آپ بے سہاروں کی مدد کرتے ہیں بے حد فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں، برائے کرم ہم پریشان حالوں کے حال زار پر خصوصی توجہ فرمائیں۔

اہل مکہ ابو طالب سے مزید یوں عرض کرنے لگے حضور والا ہر طرف قحط سالی کی بنیاد پر ہو کا عالم طاری ہے، لوگ بے حد پریشانیوں میں مبتلا ہیں دانے دانے کو ترس رہے ہیں، روزانہ اس بلائے ناگہانی کی تاب نہ لا کر لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو رہے ہیں، لاشوں کی صفیں بچھتی جا رہی ہیں گھر گھر صفِ ماتم بچھی ہوئی

ہے۔ آپ کریم ابن کریم ہیں، آپ کی ذات سے ہماری بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ ہم سب آپ کی نظر کرم کے محتاج ہیں۔

لوگوں کی فریادیں سن کر ابوطالب آبدیدہ ہو گئے اور انہیں دلاسہ دیا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، میں ابھی اسی وقت اپنے پیارے بھتیجے محمد کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ جاتا ہوں۔

زرقانی علی المواہب کی جلد اوّل میں مندرج ہے کہ ابوطالب خانۂ کعبہ پہنچ کر رسول گرامی قدر ﷺ کو خانۂ کعبہ کی دیوار پر ٹیک لگا کر بٹھادیا اور وہ ربّ کعبہ کی بارگاہ میں بطریق الحاح التجائیں کرنے لگے۔ اس سے پہلے کہ آپ کی دعاؤں کا سلسلہ منقطع ہوتا کیا دیکھا کہ محمد عربی ﷺ نے اپنی نورانی انگشت مقدس کو آسمان کی طرف اٹھایا، پھر کیا تھا آناً فاناً آسمان میں گھٹائیں چھائیں اور موسلا دھار رحمتوں کی بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا یہاں تک کہ ہر سمت پانی ہی پانی نظر آنے لگا اور عرب کی خشک زمیں شاداب وسیراب ہو گئی۔

لوگوں کے چہروں میں بشاشتوں کی کلیاں مسکرانے لگیں۔ قحط سالی کے دردناک عذاب سے پورا عرب نجات پا گیا اور ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا۔

بلاشبہ یہ سرور کائنات ﷺ کی عہد طفولیت کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے جسے اصطلاح شریعت میں ارہاص کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اعلان نبوت سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام سے جو محیر العقول واقعات ظہور پزیر ہوتے ہیں انہیں ارہاص کہتے ہیں اور بعد اعلان نبوت انہیں معجزات سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ بھی یاد رہے کہ معجزہ دراصل نبی کی نبوت کی صداقت کا اظہار یہ اور شان قدرت کا ایک ایسا نمونہ ہوتا ہے کہ جس کا اسباب عادیہ اور عادات جاریہ سے کسی قسم کا علاقہ نہیں ہوتا۔ اس میں یہ حکمت کارفرما ہوتی ہے کہ معجزہ کو دیکھنے کے بعد کفار کے اندر عدم تسلیم کی کوئی گنجائش نہ رہے اور نہ چاہ کر بھی کافر صداقت نبوت کے سامنے سر بہ خم ہو جائے اور اگر سر بہ خم نہ بھی ہو تو کم از کم اس کے اندر مجال انکار کا مادہ نہ رہے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ معجزے کا اظہار انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوتا ہے اور یہ خاصہ صرف اور صرف نبیوں کا ہوتا ہے۔ انہی اسباب وعلل کی بنیاد پر معجزات کو خوارق عادات بھی کہا جاتا ہے۔

یوں تو رب قدیر نے اپنے تمام انبیاء کرام کو معجزات عطا کئے لیکن یہ خصوصیت وانفرادیت ہمارے آقائے کریم ﷺ کی ہے کہ خداوند قدوس نے آپ کو سر تا پا معجزہ بنا کر اس خاکدان گیتی پر مبعوث فرمایا۔ آپ کے روشن معجزات سے احادیث نبویہ بھری ہوئی ہیں۔ شاید ہی حدیث کی کوئی کتاب ہو جس میں آپ کے معجزات سے متعلق الگ سے باب نہ باندھا گیا ہو۔

رہی بات ارہاص کی یعنی قبل اعلان نبوت معجزے کی تو اس سلسلے میں بھی ہزاروں واقعات کتب احادیث میں اسناد صحیحہ ومعتبرہ کے ساتھ جلوہ قرار ہیں، یہ واقعات جہاں سرور کائنات ﷺ کی عظمت شان پر دال ہیں وہیں جملہ انبیا کرام کے بالمقابل آپ کی امتیازی شان کی بھی وضاحت کرتی ہیں۔

رسول کائنات ﷺ کی اس خاکدان گیتی میں آمد پاک سے پہلے آپ کی برکات کے دبوے اطراف عالم میں بکھر کر ببانگ دہل اس بات کا اعلان کر رہے تھے کہ اب باعث تخلیق کائنات کے ورود مسعود کا زمانہ قریب سے قریب تر آ گیا ہے۔ اصحاب فیل والے واقعہ میں ابرہہ اور اس کی فوجوں کی شرمناک شکست و ریخت اور عبرتناک ہلاکت بھی آپ کی پرنور آمد کی نوید جانفزا تھی۔

حضرت محدث ابونعیم اپنی کتاب مستطاب ''دلائل النبوۃ'' میں اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تصنیف لطیف ''مدارج النبوۃ''، میں رقم طراز ہیں کہ جس رات سرکار ابد قرار ﷺ کا نور نبوت (جو آپ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ عبدالمطلب کی پیشانیٔ اقدس میں موجود تھا) آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب کے مبارک بطن میں منتقل ہوا تو ایسے وقت میں مشیت ایزدی یوں ہوئی کہ روئے زمین پر رہنے والے جملہ حیوانات کو قوت نطق عطا کی گئی اور سب نے بیک زبان فصیح و بلیغ انداز میں اعلان عام کیا کہ اے کائنات کے جملہ موجودات بغور سنو تم سب کے لئے انتہائی دل آرا اور روح پرور مژدہ ہے کہ

وجہ خلقت مصطفیٰ جان رحمت امام الانبیاء خاتم الرسل محمد عربی ﷺ کی اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے شکم اطہر میں جلوہ گری ہوگئی ہے۔صرف زمینی حیوانات ہی نہیں بلکہ ''زرقان علی المواہب'' کی روایت کے پیش نظر آئی جانوروں نے بھی ایک دوسرے کو خوش خبری دی کہ اب بہت جلد آسمان نبوت کا آفتاب عالمتاب اپنے تمام تر اوصاف و کمالات کے ساتھ ظہور پذیر ہوگا اور وہ نہ صرف یہ کہ ہم سب کی بلکہ کائنات میں موجود ساری مخلوقات کی مسیحائی فرمائے گا۔علاوہ ازیں ہوائیں بھی ایک دوسرے کو آمد رسول کی مسرور کن خبر دیتی رہیں گویا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اپنی زبان حال سے یوں کہہ رہا تھا کہ اب کسی ظالم میں اتنی جرأت نہیں ہوگی کہ وہ کسی مظلوم کو ظلم و جفا کی چکی میں پیس سکے۔اب کسی فسادی میں اتنی ہمت نہیں ہوگی کہ وہ دنیا میں شر و فساد کی ہولی کھیل سکے،اب کسی صاحب اقتدار اور صاحب ثروت میں اتنی جسارت نہیں ہوگی کہ وہ کسی غریب، مسکین، مفلس یا مجبور کو مشق ستم بنا کر اس کے حقوق کی پامالی کر سکے،کسی مشرک و کافر میں اتنی بساط نہیں ہوگی کہ وہ لوگوں کے قلوب و اذہان کو شرک و کفر کی نجاستوں سے آلودہ کر سکے،وہ دن دور نہیں جب ہر طرف امن و امان اور سکون و اطمینان کی بہاریں ہی بہاریں رقصاں نظر آئیں گی،ہر سمت اخلاقی پاکیزگی،روحانی بالیدگی، ایمانی روشنی ،عملی چاشنی اور صفائے قلبی کے سوتے پھوٹتے نظر آئیں گے،ہر سو توحید کے کیف آگیں ترانوں اور رسالت کے نشاط پرور نغموں کی صدائیں سنائی دیں گی۔

سرور عالم ﷺ کی شب میلاد سے متعلق حضرت شیخ علی الاطلاق فرماتے ہیں کہ یہ وہ مقدس رات تھی کہ جس من جانب اللہ عالم ملکوت میں ندا کر دی گئی کہ پوری کائنات کے ہر ہر حصے و ذرّے کو تجلیات قدس سے بہرہ ور کر دیا جائے ، داروغۂ جنت جناب رضوان علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ فردوس بریں کے تمام ابواب وا کر دیئے جائیں تا کہ اطراف و اکناف عالم معنبر و معطر ہو جائیں یوں تو ایسے سنہری موقع پر ہر مخلوق مسرت و شادمانی سے مست و بے خود ہو رہی تھی مگر حضرات ملائکہ کی فرحت و انبساط کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا سب کے سب فرط عقیدت و محبت میں جھومتے جا رہے تھے۔

.........جاری

ص ۳۴ رکا بقیہ.........................

نیچے نظر آئے گا۔

یاد رکھیے!اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھنے والا مسلمان اگر اپنی مسجدوں میں کسی دوسرے فرقے کے افراد کے آنے پر پابندی لگاتا ہے تو تعصب اور تشدد کے سبب نہیں بلکہ اپنے ضمیر، عقائد اور افکار کے تحفظ کے لیے،اہل سنت کو نجد کی نئی پگڈنڈی کی ضرورت نہیں ہمارے لیے وہ راستہ ہی صراط مستقیم ہے جس پر خواجہ معین الدین چشتی اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء جیسے اللہ والے تھے،ان بزرگوں سے دور کرنے والی کوئی جماعت ہمیں ہرگز ہرگز گوارہ نہیں خواہ وہ کوئی بھی لیبل لگا کر آئے نہ مسلکی تعصب ختم ہوسکتا ہے نہ تشدد جب تک اس بنیاد کا پتہ نہیں لگایا جاتا کہ جو ان جھگڑوں کی اصل ہے، ان جھگڑوں کی اصل وہ باطل عقائد ونظریات ہیں جو تقویۃ الایمان اور حفظ الایمان جیسی کتابوں میں چھاپے جارہے ہیں تقویۃ الایمانی عقیدے کے ہوتے ہوئے کوئی مسلمان کسی بھی صورت میں کسی نئی نویلی جماعت کو اپنی مسجدوں میں نہیں آنے دے گا۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

◆◆◆

ص ۴۵ رکا بقیہ.........................

کے آس پاس ہے الا ماشاء اللہ.....اس لیے دنیا بھر کی دولت رکھنے والے عیاش حکمران ایک معمولی سے ملک کی مدد لینے کے محتاج ہیں مگر اسرائیل سے معاہدہ کرنے والے عرب ممالک خوش فہمی میں نہ رہیں،اسرائیل کی دوستی اپنے ساتھ بدامنی اور فتنہ و فساد بھی لاتی ہے تا کہ ہتھیاروں کا مارکیٹ بھی بنا رہے اور متعلقہ حکومت بھی اس کے قابو میں رہے۔

◆◆◆

از: حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی*

سرکار دو جہاں کا میلاد کلام الٰہی قرآن مجید میں جا بجا موجود ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مصطفیٰ جان رحمت کے محاسن و کمالات و خلق عظیم کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی سنت الٰہیہ کو صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین سلف صالحین وغیرہ نے آج تک بلکہ آنے والی صبح قیامت تک عاشقان مصطفیٰ اس مبارک سلسلے کو جاری و ساری رکھیں گے۔ میلاد مصطفیٰ اور نعت مصطفےٰ لازم وملزوم ہے۔ سرکار دو جہاں ﷺ کا حسین وجمیل سراپا، ان کی حق گوئی، ان کے اخلاق کریمانہ، انکی سادگی، سخاوت، داد و دہش، دشمنوں پر رحم وکرم، دستگیری، ان کے روضے کے دیدار کی تمنا، روز حشر شفاعت کی آرزو، طلب و استعانت، معجزات، تصرفات، معمولات شب و روز اور ان جیسے بہت سے مضامین سے اردو کی "نعت" مالا مال ہے۔ بہت سے شعرا نے نعت پر توجہ دی اگر چہ انہوں نے اسی طرح کے موضوعات کا سہارا لیا مگر بات کہنے کے ڈھنگ نے مضمون کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور قاری کو یا سننے والے کو ایسا لگا جیسے وہ پڑھ رہا ہے یا سن رہا ہے وہ نیا مضمون ہے۔ شاعری کے اسی فن میں مضمون آفرینی کا راز پنہاں ہے۔ لذت بیان، نادرہ کاری، جدت آداب اور لطافت معنیٰ بھی اسی کی مختلف شکلیں ہیں۔ یا تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ بدلے ہوئے نام ہیں۔

چودہویں صدی ہجری میں برصغیر کے چند نامور نعت گو شعرا اتر پردیس میں ہی ہوئے۔ مولانا احمد رضا بریلوی، استاذ زمن حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی۔ مصطفےٰ رضا خان المشہور حضور مفتی اعظم ہند نوری۔ مولانا محسن کاکوروی، مولانا ضیاء القادری بدایونی، حافظ پیلی بھیتی کے نام خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں ان نعت گو شعرا میں مولانا احمد رضا بریلوی کا مقام سب پر فائق ہے۔

آپ کی ولادت شہر بریلی کے محلہ سوداگران میں 10 شوال المکرم 1272ھ بمطابق 14 جون 1856ء کو ہوئی۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار رکھا گیا۔ آپ کے دادا رضا علی خان پیار سے رضا کے نام سے پکارتے تھے۔ جب آپ فتویٰ نویسی فرمانے لگے تو احمد رضا کے ساتھ عبد المصطفیٰ کا اضافہ فرمایا: " تفقہ فی الدین " جیسی دولت اور حبیب کبریا کی محبت مولانا احمد رضا بریلوی کی رگ رگ میں بھری تھی یہ دونوں دولت ہر دل کی تجوری میں نہیں ڈالی جاتی اور نہ ہی یہ دولت کسب وحصول سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ " تفقہ فی الدین مشیت ایزدی اور ارادۂ الٰہی سے وابستہ ہے سرکار دو عالم ارشاد فرماتے ہیں:

" مَنۡ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡراً یُّفَقِّہُ فِیۡ الدِّیۡنِ" اللہ اپنے جس بندے پر احسان اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے" تفقہ فی الدین" کے گوہر سے مالا مال کر دیتا ہے۔

معلوم ہوا جو قدسی صفات (نیک صالح) اس اعلیٰ مرتبہ پر فائز کئے جاتے ہیں ان پر انعامات الٰہی اور توجہات خصوصی کی موسلا دھار بارش ہوتی رہتی ہے۔ اگر چہ وہ معصوم نہیں ہوتے مگر بہت دور دور تک فکری لغزشوں سے من جانب اللہ محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا خان بریلوی بمشہور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کے اسی انعام یافتہ بندوں کے طبقے سے ہے۔ ان کی سیرت اور انکے علمی شہپاروں کے مطالعہ سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ وہ علمِ فن بھی جانتے تھے اور اسکی تیکنک و باریکیوں پر بھی گہری نظر تھی ان کا قلم اسقدر محتاط تھا گویا ہر قدم پھونک کے رکھا گیا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنے وقت کے مجدد تھے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، مئولف "نزہت الخواطر" باوجود اختلاف مسلک کے اعتراف کرتے ہیں کہ جزئیات فقہ پر جو عبور ان کو حاصل تھا ان کی نظیر ان کے زمانے میں نہیں ملتی آقائے کائنات ﷺ سے ان کی والہانہ محبت ضرب المثل بن چکی ہے۔ خود انکے مخالف معاصر علما مثلا اشرف علی تھانوی نے اعتراف کیا ہے کہ وہ جذبہ عشق رسول اللہ ﷺ سے سرشار ہو کر ان کی عبارت کی گرفت کرتے ہیں۔

عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایمانی عقیدہ ہے

عظمت مصطفےٰ کو تسلیم کئے بغیر کوئی مومن نہیں ہو سکتا چاہے وہ دن رات سجدے کرتا رہے یہ عقیدہ عاشقان نبی کے لئے جان ایمان ہے۔ اس عقیدے کی تبلیغ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے لئے مشن کا درجہ رکھتی تھی وہ آئین شریعت کے پاسدار تھے ان کی نثر اور شاعری میں ہر جگہ اس عقیدے کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے نعت پاک کے درج ذیل اشعار میں عظمت مصطفےٰ ﷺ کے اظہار کیلئے جس طرح مضمون آفرینی کی گئی ہے وہ دیکھتے ہی بنتی ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

عصائے کلیم ،اژدہائے غضب تھا
گِروں کا سہارا عطائے محمد ﷺ

قرآن مجید میں رؤف و رحیم باری تعالیٰ جل سجانہ کے لئے آیا ہے اور مصطفیٰ جان رحمت کے لئے بھی لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ ۔۔۔ الخ (القرآن، سورہ توبہ، آیت نمبر 127)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور کا میلاد شریف ارشاد فرمایا ان کی تشریف آوری اور انکے فضائل بیان فرمائے حضور کا میلاد پڑھنا سنت الٰہیہ ہے گذشتہ نبیوں نے بھی آپ کا میلاد پڑھا میلاد سنت انبیاء بھی ہے۔

رؤف مبالغہ کا صیغہ ہے رؤف کا معنیٰ ہے بے حد مہربانی اور شفقت فرمانے والا۔

حسین بن فضل نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں کو محمد کے سوا کسی نبی میں جمع نہیں فرمایا۔ (تفسیر نور العرفان ص۔329، تفسیر ضیاء القرآن، ج2۔ ص269)

اس کا فائدہ اٹھا کر مولانا احمد رضا خان بریلوی نے نعت مصطفیٰ کے ذریعہ کیسے میلاد مصطفی پڑھا، کیا مضمون پیدا کیا اور کتنے پیارے انداز میں ادا کیا ہے، داد دیتے ہی بنتی ہے۔

وہ نامی کے نام خدا نام تیرا رؤف و رحیم و علیم و علی ہے
نبی سرور ہر رسول و ولی ہے نبی راز دار مع اللہ لی ہے

حدیث قدسی کے مضمون "لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ" کی ترجمانی بڑے پیارے انداز میں نعت پاک سے میلاد مصطفےٰ پڑھا ہے۔

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

قرآن عظیم میں ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ۔ (القرآن، سورہ النساء آیت 64)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے نبی تیری بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی چاہئیں اور آپ انکی شفاعت چاہیں تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ قرآن عظیم خود گنہ گاروں کو اپنے حبیب کے دربار میں بلا رہا ہے اور کریموں کی شان یہ نہیں کہ اپنے دربار میں بلا کر خالی واپس کریں۔

رومی غلام دن، حبشی باندیاں شبیں
گنتی کنیز زادوں میں شام وسحر کی ہے

ایسے بندھے نصیب کھلے مشکلیں کھلیں
دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے

وہ خلد جس میں اترے گی ابرار کی برات
ادنیٰ نچھاور اس مرے دولہا کے سر کی ہے

ابرار کا مرتبہ مقربین سے بہت کم ہے یہاں تک کی حسنات الابرار سیئات المقربین پھر مقربین میں بھی درجات بے شمار ہیں اور انھیں بھی اعلیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ جو درجے ملیں گے وہ بھی سب حضور کا تصدق ہے اسی لئے اسے ادنیٰ نچھاور کہا ورنہ جنت میں کچھ ادنیٰ نہیں۔

عبد المصطفیٰ بنام مشہور اعلیٰ حضرت بریلوی کے نزدیک میلاد مصطفیٰ ایسا پیارا موضوع ہے کہ جس میں کیف سامانیاں اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہیں۔ بلبلیں مست نغمہ سرا ہونے لگتی ہیں۔ عشق وسرمستی کی آبشاریں رحمت ایزدی کے نغمے گانے لگتی ہیں "الصلاۃ و السلام علیك یا رسول اللہ" کی خوشبو لٹانے لگتی ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شاعری حصول سعادت دارین کا ذریعہ ہے اس لئے کہ آپ ذکر میلاد مصطفیٰ میں بے خود وسرشار رہتے ہیں آپ نے اپنی شاعری میں بار بار میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کیا ہے اس وابستگی رسول کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی خود کہتے ہیں۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

حضور نبی کریم کی توصیف وثنا کو وظیفہ حیات بنانے والے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جب ولادت مصطفیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو اس دن کی عظمت، ہیبت اور جلالت آپ کے دل پر منقش ہو جاتی ہے اور بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا
تیرے صدقے میں نجی اللہ کا بجرا تر گیا

بڑھ چلی تیری ضیاء اندھیر عالم سے گھٹا
کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا

اعلیٰ حضرت بریلوی نے شریعت کے تقاضوں کی پاسداری کرتے ہوئے جب نعت کہی تو اسے قبولیت اور شہرت دوام کا وہ مرتبہ ملا جو آج تک نعتیہ شاعری کے حوالے سے کسی کا مقدر نہ بن سکا۔

مشہور نقاد نیاز فتح پوری کے لفظوں میں:

" شعر و ادب میرا خاص موضوع ہے میں نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کا کلام بالاستیعاب پڑھا ہے انکے کلام کا پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا احمد رضا خان کی بے پناہ وابستگی رسول عربی ہے انکے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے"

میلاد مصطفیٰ عقیدت کے آئینے میں

عبد المصطفیٰ بنام مشہور اعلیٰ حضرت نے میلاد مصطفیٰ کو عشق و محبت کے آئینے میں سو سو طرح سے جلوہ گر دیکھا ہے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے نعت گوئی کو نئے نئے اسلوب عطا کئے اور شاعری کو غزل کی دنیا سے نکال کر نعت کے گلستان میں سدا بہار کی زینت بنا دیا۔ بلاشبہ نبی کریم کی بعثت ایسے غیر معمولی واقعہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ جس کی مثال گزشتہ صدیوں میں ملنا ناممکن ہے ہر نبی اور پیغمبر اپنے اپنے دور نبوت میں حضرت محمدﷺ کیلئے سراپا انتظار رہے اور پھر جوں جوں آپ کے ظہور کی صدیاں قریب آتی گئیں تو آپ کے وجود اقدس کے بارے میں بشارت کا سلسلہ دراز ہونے لگا۔

زیادہ تر متعصب یہودی نصرانی علما نے ظہور محمدی کے سلسلہ میں بشارت کو چھپانے کی ناکام کوشش کی تھی (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا) مگر سچائی سر چڑھ کر بولتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بعض حق گو یہودی اور نصرانی علما نے تعصّبات کی گرد کا پردہ چاک کر کے اس بات کا اعلان ضروری سمجھا کہ مکے میں خاتم النبین کے ظہور کی ساعتیں قریب آرہی ہیں اور آپ ہی وہ نبی ہوں گے جن کا ذکر آسمانی کتابوں میں ہے۔ اس سلسلہ میں ایک یہودی عالم کی حق گوئی کا انداز دیکھئے۔

ابو نعیم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ میں سات برس کا تھا ایک دن پچھلی رات کو وہ سخت آواز آئی کہ ایسی جلد پہنچتی آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ

مدینے کے ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لئے چیخ مار رہا ہے۔لوگ اسکی آواز پر جمع ہو گئے وہ بولا۔

ھٰذا کوکب احمد قد طلع ھٰذا کوکب لا یطلع الا بالنبوۃ ولم یبقی من الانبیاء الا احمد۔ یہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا۔ یہ ستارا کسی نبی کی پیدائش پر طلوع ہوتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں۔

(ختم النبوۃ۔ از مولانا احمد رضا خان بریلوی ص 20)

ان مبارک سعاتوں کے حوالے سے اعلیٰ حضرت یوں نعت مصطفیٰ میں مدحت سرا ہیں۔

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی
کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

زمانہ جس بشارت قدسیہ کے ظہور کا منتظر تھا وہ وجود محمدی ﷺ کی جانب اشارہ کر رہی تھیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتاب "ختم النبوۃ" میں بشارت کا تذکرہ اہل ایمان کیلئے روحانی غذا کا باعث بنے گا۔

ابو نعیم بطریق شہر بن کوشب اور ابن عساکر بطریق مسیب بن رازع وغیرہ حضرت کعب احبار سے راوی ہیں انہوں نے فرمایا:

"میرے باپ اعلم علمائے تورات تھے۔ اللہ عزوجل نے جو کچھ موسیٰ علیہ السلام پر اتارا اس کا علم ان کے برابر کسی کو نہ تھا۔ وہ اپنے علم سے کوئی شئے مجھ سے نہ چھپاتے جب مرنے لگے مجھے بلا کر کہا اے میرے بیٹے تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے علم سے کوئی شئے تجھ سے نہ چھپائی مگر ہاں دو ورق روک رکھے ہیں۔ ان میں ایک نبی کا بیان ہے جس کی بعثت کا زمانہ قریب آپہنچا ہے میں نے اس اندیشے سے تجھے ان دو ورقوں کی خبر نہ دی کہ شاید کوئی جھوٹا مدعی نکل کھڑا ہو اور تو اس کی پیروی کرے۔ یہ طاق تیرے سامنے ہے میں نے اس میں دو ورق رکھ چھوڑے ہیں اوپر سے مٹی لگا دی ہے ابھی ان سے تعرض نہ کرنا نہ انھیں دیکھنا۔ جب وہ نبی جلوہ فرما ہو اگر اللہ تیرا بھلا چاہے گا تو تو آپ ہی اس کا پیرو ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ مر گئے۔ ہم ان کے دفن سے فارغ ہوئے مجھے ان دو ورقوں کے دیکھنے کا شوق ہر چیز سے زیادہ تھا۔ میں نے طاق کھولا ورق نکالے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں لکھا ہے :"محمد رسول اللہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ مولدہ بمکۃ و مہاجرۃ بطیبۃ"

(ختم النبوۃ۔ص۔17)

اور پھر وہ مبارک ساعت آپہنچی جو دعاؤں کی قبولیت اور تمناؤں کے باریاب ہونے کی ساعت تھی جب رحمت خداوندی پوری شدت کے ساتھ برسنے کو تھی وہ کیسا منظر تھا کیسا سماں تھا، کیا سہانی صبح تھی، کیا کیف آور منظر جس کو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی خداداد فنی مہارت سے قلمبند کرتے ہیں اسکی جھلک ملاحظہ ہو۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا
بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا
ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

اس طویل نعت مصطفیٰ میں جسے "قصیدۂ نور" بھی کہا جاتا ہے، مولانا احمد رضا خان نے اپنے آقا و مولیٰ کے میلاد شریف کا جشن مناتے ہوئے آپ کے حسن و خوبصورتی کا بھی دل کھول کر تذکرہ کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نور علیٰ نور ہیں اور اس نعتیہ قصیدہ کی ردیف ہی اس مظہر خداوندی کے انوار ظاہر کر رہی ہے جسکی

پذیرائی کی خاطر یہ بزم دوعالم تخلیق ہوئی۔ یہ نعت مصطفیٰ یعنی قصیدہ نور ایک لحاظ سے قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔ (القرآن، سورہ، المائدہ، آیت 15)
کی نورانی تفسیر ہے سراپائے مصطفوی کے حوالے سے چند اشعار پڑھیں اور اندازہ کریں کہ جس ہستی والا صفات کے میلاد کا جشن منایا جارہا ہے وہ کس قدر حسین، اجمل، اکمل اور پاکیزہ ہے۔

پشت پر ڈھلکا سرانور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا
لوسیہ کا رو مبارک ہو قبالہ نور کا

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

وضع واضع میں تری صورت ہے معنیٰ نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

ك گیسو ھ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھٰیعص ان کا ہے چہرا نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

مولائے رحیم نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے دست قدرت سے وہ حسن عطا فرمایا کہ دونوں جہان کی عظمتیں آپ پر تصدق کی جائیں تو بھی کم ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بے مثل اور بے عیب بنایا، ہر قسم کے نقائص و عیوب سے مبرا حسن و کمال کا نمونہ بنایا۔ آپ کو صورت و سیرت ایسی عطا فرمائی، کہ جو بھی آپ کے دامان رحمت سے وابستہ ہو گیا پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آپ ہی کا ہو کر رہ گیا حضور نبی کریم ﷺ اس قدر حسین و جمیل اور اسقدر جامع الخصائل تھے کہ جس نے آپ کی ایک جھلک دیکھ لی اس نے دنیا بھر سے منھ پھیر کر آپ کے حلقہ تربیت میں جگہ پانے کو ہی سب سے بڑی سعادت خیال کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک اس قدر حسین و جمیل تھا کہ آپ کے بدترین دشمن بھی جب آپ سے ملتے تو بے اختیار پکار اٹھتے کہ اسقدر حسین و جمیل چہرے کا مالک جھوٹ نہیں بول سکتا۔

لہٰذا آپ کو اہل مکہ (ظاہری اعلان نبوت) سے پہلے ہی الصادق، الامین کے لقب سے پکارتے تھے۔ آپ کا چہرہ، انوار الٰہی کا مظہر اور نور صداقت سے عبارت تھا۔ آپ کے جمال جہاں آرا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کہتے ہیں۔

خامۂ قدرت کا حسن دست کاری واہ واہ
یا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گردسواری واہ واہ

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حضور مدینہ طیبہ

ہر سچے نعت گو بلکہ ہر عاشق رسول کے نزدیک شہر رسول ﷺ کی الفت اور چاہت جزو ایمان اور باعث راحت جان ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی بھی کوئے حبیب کی الفت میں شرابور ہیں۔ ان کے منظوم جذبات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ صرف وہی اشعار درج کئے جارہے ہیں جن میں شہر رسول سے الفت ہے۔

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد!
سوزش غم کو ہم نے بھی ایسی ہوا بتائی کیوں؟

حور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں؟

چمن طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغ سدرہ
برسوں چہکے ہے جہاں بلبل شیدا ہو کر

ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں
چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو
جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں
کاش آویزۂ قندیل مدینہ ہو وہ دل جس کے
سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو
خوف ہے سمع خراشئ سگ طیبہ کا ورنہ
کیا یاد نہیں نالۂ افغاں ہم کو
خار صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشت دل نہ پھرا بے سروساماں ہم کو
اے خاک طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے
مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے حورو!
طیبہ سے خلد میں آنے والے
پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا
ان سگان کوسے اتنی جان پیاری واہ واہ

میلاد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر چھڑے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے رسول کریم ﷺ کے اوصاف حسنہ کا ذکر نہ چھڑے حضور نبی کریم ﷺ سارے جہاں کے لئے رحمت ونعمت کی حیثیت رکھتے ہیں ارشاد باری ہے "واما بنعمة ربك فحدث" اپنے رب کی نعمتوں کا دل کھول کر چرچا کرنا رب العزت کے انعامات کا اعلان کرنا ہے چرچا چھپ کر نہیں ہوتا اعلانیہ ہوتا ہے اکیلے اکیلے نہیں ہوتا بلکہ مجلس میں ہوتا ہے چونکہ حضور کی ذات والا صفات تمام انعامات الٰہی میں سرفہرست ہے جو رب نے اپنے بندوں پر فرمائی۔ اس لئے میلاد مصطفیٰ ولادت مصطفیٰ ﷺ کا ذکر محافل میں، مجالس میں، منبر ومحراب، ہر جگہ کرنا حقیقت میں حکم الٰہی کی تعمیل ہے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنی عقیدت کا اظہار کسی مصلحت کوشی کے بغیر کسی باطل سے دبنے کے بجائے اس قدر دھوم مچاتے ہیں کہ فرش سے لیکر عرش تک غلغلے بلند ہوجائیں۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہوجائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے
رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

حضور نبی کریم ﷺ کی توصیف ونعت صحابہ ﷺ کرام جی بھر کر کرتے ہیں نعت گوئی کے سالار، سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ نعتیہ اشعار ہیں جو انہوں نے حضور ﷺ کی موجودگی میں پڑھے اور داد پانے کے علاوہ چادر مصطفیٰ سے بھی نوازے گئے آپ نے بارگاہ مصطفیٰ میں یوں نذرانۂ عقیدت پیش فرمایا:

واحسن منك لم تر قط عيني واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرا عن كل عيب كانك قد خلقت كما تشاء

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی کاروان نعت کے معزز رکن ہیں آپ یوں مدح سرائی فرماتے ہیں:

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
لک بدر فی الوجہ الاجمل، خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا
وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

لہٰذا "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مصداق حضور کی ذات گرامی خدا کے بعد کائنات بھر میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی یوں فرماتے ہیں۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

حضرت مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری کا ذکر ہو اور سلام "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کا ذکر نہ ہو ممکن ہی نہیں۔ یہ سلام بعثت نبی کریم آپ کے محاسن وخصائص کے پس منظر میں نہایت ہی ایمان افروز ہے۔ مقبولیت کے لحاظ سے اس سلام کا کوئی جواب نہیں پاک، ہند و بنگلہ دیس بلکہ جہاں جہاں عاشقان مصطفیٰ رہتے ہیں یہاں تک کہ حرم نبوی اور منیٰ میں بھی میلاد کی محفلوں میں عاشقان مصطفیٰ خوب خوب پڑھتے جھومتے ہیں ناچیز حج کی سعادت سے سرفراز ہو چکا ہے وہاں بھی جابجا حضور کی بارگاہ میں سلام شوق پیش کرتے ہیں۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
شہر یار ارم تاجدار حرم
نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کہ قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

اور

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمش الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود
دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود
اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف ورحیم
بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود
کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی نعتوں میں قرآن اور احادیث مبارکہ کو بطور خاص ملحوظ نظر رکھا آپ کی شاعری قرآن و احادیث کے حوالے سے عظمت وشان مصطفیٰ کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایک لاکھ 24 ہزار کم وبیش انبیاء کرام مختلف انسانی طبقات کی رہنمائی کیلئے آئے ان میں آقائے دوعالم پر جتنی شرح وبسط کے ساتھ لکھا گیا، اتنا کسی اور کیلئے نہیں لکھا گیا سیرت النبی میں ہمیں اتنی تفصیل ملتی ہے کہ پیدائش سے لیکر وصال تک آپ کی حیات طیبہ کا کوئی ایسا پہلو نہیں، جو عالم انسانیت کیلئے موجود نہ ہو قرآن کریم کلام الٰہی خود نعت مصطفیٰ ہے۔ اسکی مقدس سورتیں اور مبارک آیتیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے کمالات وفضائل کا منھ بولتا ثبوت ہیں انسانوں سے آپ کی کیا مدحت سرائی ہوگی

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

اللہ ہم سب کو میلاد مصطفیٰ منانے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

مفتی محمد اسلم رضا شیوانی

اسلام کا نظام عدل وانصاف

کسی چیز کو صحیح مقام پر رکھنا، حقدار کو اس کا پورا حق دینا، اور انفرادی واجتماعی مُعاملات میں اِفراط وتفریط سے بچنا عدل کہلاتا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے، کہ مُعاشرے میں جس کا جتنا حق بنتا ہے، بغیر کسی کمی بیشی اور اختلافِ رنگ ونسل وذات پات کے، اُسے وہ حق دے دینا عدل ہے، اور انصاف کے بھی یہی معنی ہیں، عدل وانصاف کا جو نظام دینِ اسلام نے دیا ہے، دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

عدل وانصاف ایک ایسا وصف ہے، جسے اپنانے والی قوم سربلندی وسرفرازی سے ہمکنار ہوتی ہے، جس معاشرے میں اس گوہرِ گراں مایہ سے محرومی پائی جائے، وہ رُوبہ زوال ہو کر تباہی وبربادی سے دوچار ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ میں مسلمانوں کو عدل وانصاف کے قیام پر بہت زیادہ تاکید کی گئی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ "اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حکم پر خوب قائم ہوجاؤ! اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس بات پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو! کہ وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو! یقیناً اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے!"۔

عدل وانصاف کی مزید تاکید کرتے ہوئے خالقِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ "اگر تم فریقین کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى﴾ "یقیناً اللہ انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے"۔

اسلام کا تصورِ عدل وانصاف

بلا تفریق عدل وانصاف پر مبنی دُرست فیصلے، اَقوامِ عالَم کی کامیابی، کامرانی اور امن واِستحکام کے لیے انتہائی ضروری ہیں؛ کیونکہ اس سے لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے۔ انبیاء ومرسلین کے مقاصدِ بعثت میں سے ایک اہم ترین مقصد، بلا تفریق عدل وانصاف کی فراہمی ہے، اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ "یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اُتاری؛ کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں!"۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "اے داؤد! یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں نائب بنایا، تو لوگوں میں سچّا حکم کرو، اور خواہش کے پیچھے نہ جانا؛ کہ تمہیں اللہ کی راہ سے بہکا دے گی!"۔

عدل وانصاف کی مزید تاکید کرتے ہوئے "سورۃ النساء" میں ارشاد فرمایا: ﴿وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا﴾ "یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو، تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ

سنتا دیکھتا ہے!"۔

عدل وانصاف اور سیرتِ نبوی ﷺ

انبیاءِ کرام ﷺ کے سردار اور حاکمِ وقت ہونے کے باوجود، عدل وانصاف کی حکمرانی کے لیے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ خود بھی ہمیشہ جواب دہی کے لیے آمادہ رہتے، حضرت سیّدنا ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں، کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ مال (غنیمت) تقسیم فرمارہے تھے، کہ ایک شخص حضورِ اکرم ﷺ کے اوپر جھک گیا، حضور ﷺ کے پاس ایک چھڑی تھی جس سے اُسے کچوکا دیا، اُس شخص کے چہرے پر زخم آگیا، تب رسول اللہ ﷺ نے اُس سے فرمایا» :تَعَالَ فَاسْتَقِدْ« "آؤ مجھ سے قصاص (بدلہ) لے لو!"، وہ عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! میں نے معاف کیا۔

اسی طرح حضرت سیّدنا عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے، کہ حضرت سیّدنا اُسید بن حُضَیر جو انصار کے ایک فرد تھے، وہ لوگوں سے باتیں کررہے تھے، اور مزاحیہ باتیں سنا کر لوگوں کو ہنسا رہے تھے، کہ نبی کریم ﷺ نے ایک لکڑی سے اُنہیں کچوکا دیا، انہوں نے عرض کی کہ مجھے قصاص (بدلہ) دیجیے، نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا »اصْطَبِرْ« "قصاص لے لو!"، وہ عرض گزار ہوئے کہ آپ ﷺ کے جسدِ اطہر پر قمیص ہے، جبکہ میرے جسم پر اُس وقت قمیص نہیں تھی، تب رسولِ اکرم ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک اٹھا دیا، وہ صحابی رحمتِ عالمیان ﷺ سے آکر لپٹ گئے، اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے پہلو مبارک کو بوسہ دینے لگے، اور عرض کی: یارسول اللہ! میرا مقصود ومراد صرف اتنا ہی تھا۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ عدل وانصاف کے معاملے میں کبھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب اور کمزور وطاقتور کے ساتھ یکساں عدل وانصاف فرمایا، ایک بار سرورِ عالم ﷺ کی بارگاہ میں چوری کا ایک کیس پیش کیا گیا، اور چور کا تعلق ایک بااثر قبیلہ بنی مخزوم سے تھا، لہٰذا سزا میں نرمی کی سفارش کی گئی، اس پر حضورِ اکرم ﷺ نے شدید ناراضیز کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا» :إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا« "تم سے پہلے لوگ اس لیے تباہ وبرباد ہوئے، کہ وہ غرباء (کمزور) پر بلا تامّل حد قائم کردیتے، جبکہ اُمراء (طاقتور) سے درگزر کرتے تھے، قسم ہے ربِ عظیم کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر فاطمہ بنتِ محمد (ﷺ) بھی چوری کرتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا"۔

عادل ومُنصِف حکمران اور قاضی کا مقام

ہر وہ شخص جو کسی بھی لحاظ سے فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہے، چاہے وہ کوئی حکمران ہو، یا منصبِ قضاء پر فائز جج، کسی پنچائیت کا سربراہ ہو، یا برادری کا بڑا، اس پر لازم ہے کہ وہ تمام حالات و واقعات، فریقین کے دلائل اور شواہد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرے، عدل وانصاف کا ترازو تھامے رکھے، مظلوم کو اس کا پورا پورا حق دلائے، اور ظالم کے خلاف حکمِ شرع کے مطابق ضروری تادیبی کاروائی بھی کرے۔

اپنی رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرنے والے حکمران سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا» :أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَقْرَبُهُمْ مِنْهُ مَجْلِساً، إِمَامٌ عَادِلٌ« "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، زیادہ مقرّب ومحبوب، انصاف کرنے والا حاکم ہوگا"۔

ایک اور مقام پر رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: »سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ : الإِمَامُ الْعَادِلُ «... "بروزِ قیامت جب کوئی سایہ نہیں ہوگا، سات 7 قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا: (اُن خوش نصیبوں میں سے ایک) عدل وانصاف کرنے والا حاکم بھی ہے۔۔۔"۔

یاد رکھیے! جو حکمران، جج یا مُنصِف، قرآن وسنّت کی روشنی

میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا، اللہ کی مدد اُس کے شاملِ حال رہے گی، بصورتِ دیگر اُس کی حیثیت ایک شیطانی آلۂ کار سے زیادہ نہیں۔ حضرت سیّدنا عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا» :إِنَّ اللهَ مَعَ الْقَاضِي مَا لَمْ يَجُرْ. فَإِذَا جَارَ تَخَلَّى عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشَّيْطَانُ« "یقیناً اللہ تعالیٰ عدل وانصاف والے قاضی وحاکم کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن جب وہ ظلم کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے چھوڑ دیتا ہے، اور شیطان اُس کے ساتھ لگ جاتا ہے"۔

ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دائرۂ کار میں ایک حاکم کی حیثیت رکھتا ہے، ہم سب کی ایک رعایا ہے، جس سے متعلق بروزِ قیامت ہم سے باز پُرس ہوگی، ہم پر لازم ہے کہ اپنے ماتحتوں کے حقوق کا خیال رکھیں اور اُن کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کریں۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا» :كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ :فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ، فَهُوَ رَاعٍ عَلَيْهِمْ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُمْ. وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُمْ. وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ، وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْهُمْ. وَالعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْهُ. أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.« "تم میں سے ہر شخص حاکم ہے، اور اُس سے اُس کی رعایا (ماتحت) کے بارے میں سوال ہوگا: تو لوگوں کا امیر اُن کا حاکم ہے، اور اس سے اُس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ونگہبان ہے، اور اس سے اُس کے اہل وعیال کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُس کے بچوں پر نگہبان ہے، اس سے اُس بارے میں پوچھا جائے گا، غلام (وملازم) اپنے آقا (مالک) کے مال کا نگہبان ہے، اور اس سے بھی اُس بارے میں پوچھا جائے گا، لہٰذا جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ونگہبان ہے، اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں (قیامت کے دن) باز پرس ہوگی!"۔

جو شخص اپنی رعایا کے حقوق کو پامال کرے گا اور اُن کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ نہیں کرے گا، اللہ رب العزت اُس پر جنّت حرام فرما دیتا ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا» :لَا يَسْتَرْعِي اللهُ عَبْداً رَعِيَّةً، يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا، إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ« "اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو رعایا کا نگران بناتا ہے، اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعایا (ماتحتوں) کے حقوق پامال کرتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس پر جنّت حرام کر دیتا ہے!"۔

ناانصافی کرنے والوں کا انجام

اللہ نے اپنے نازل کردہ احکام کے مطابق عدل وانصاف سے کام نہ لینے والوں کو، قرآن مجید میں نہ صرف ظالم قرار دیا ہے، بلکہ اُن کے لیے دردناک عذاب کی وعید بھی بیان فرمائی ہے، ارشاد فرماتا ہے :﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ "جو اللہ کے اتارے پر حکم (فیصلہ) نہ کرے، تو وہی لوگ ظالم ہیں!"۔

ناانصافی کرنے والوں کو خبردار کرتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ "یقیناً اللہ بے انصافوں کو راہ (ہدایت) نہیں دیتا"۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے :﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ "اُس فتنہ سے ڈرتے رہو، جو ہرگز تم میں صرف ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا، اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے!"۔

ناانصافی کے سبب دوسروں کی حق تلفی کرکے، ظلم کا ارتکاب کرنے والوں، اور ناحق سرکشی کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ "جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا اُن پر کچھ مؤاخذہ کی راہ نہیں،

مؤاخذہ تو اُنہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، اُن کے لیے دردناک عذاب ہے!"۔

غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف کا حکم

دینِ اسلام نے جہاں ایک مسلمان کی جان، مال اور عزّت وآبرو کے تحفّظ کا درس دیا، وہیں مسلمانوں کو غیر مسلموں پر ظلم وزیادتی سے بھی روکا ہے، اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، حُسنِ اخلاق سے پیش آنے، اور عدل وانصاف قائم کرنے کا بھی حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا، جو تم سے دین میں نہ لڑے، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا، کہ ان کے ساتھ احسان کرو، ان سے انصاف کا برتاؤ برتو، یقیناً انصاف والے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں"۔

اسی طرح مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے غیر مسلم رعایا کے حقوق کی رعایت، اور بلاتفریق عدل وانصاف کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَذَفَ ذِمِّیًّا، حُدَّ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِسِیَاطٍ مِنْ نَارٍ» "جس نے کسی ذِمّی پر ناحق تہمت لگائی، بروزِ قیامت اُس پر آگ کے کوڑوں کے ساتھ حد قائم کی جائے گی"۔

سرورِ کونین ﷺ عدل وانصاف کے معاملے میں، مسلم وغیر مسلم کی تفریق نہیں فرمایا کرتے اور سب کے حقوق کا یکساں خیال رکھا کرتے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں «كَانَ بَنُو النَّضِیرِ إِذَا قَتَلُوا مِنْ بَنِی قُرَیْظَةَ أَدَّوْا نِصْفَ الدِّیَةِ، وَإِذَا قَتَلَ بَنُو قُرَیْظَةَ مِنْ بَنِی النَّضِیرِ أَدَّوْا إِلَیْهِمُ الدِّیَةَ كَامِلَةً، فَسَوَّى رَسُولُ اللهِ بَیْنَهُمْ» "بنونضیر جب بنوقریظہ کے کسی آدمی کو قتل کرتے تو نصف دیت ادا کرتے تھے، اور جب بنوقریظہ بنونضیر کے کسی شخص کو قتل کرتے، تو اُنہیں پوری دیت ادا کرنا پڑتی، رسول اللہ ﷺ نے (اس ناانصافی کا خاتمہ کرتے ہوئے) اُن کے درمیان مساوات قائم کردی۔"

عدل وانصاف کا فقدان اور اس کے نقصانات

اسلام کے نظامِ عدل وانصاف کو انفرادی واجتماعی سطح پر نافذ کرنا، وقت کی اشد ضرورت ہے، اسے عدالتوں اور کورٹ کچہریوں تک محدود رکھنا یا سمجھنا، اس کی ہمہ گیر حیثیت کے ساتھ زیادتی ہے، ہر ہر فرد کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کی ذمہ داری، ہر اُس شخص پر عائد ہوتی ہے، جو اس معاشرے کا حصہ ہے، اسلام کے نظامِ عدل وانصاف کے مطابق فرد معاشرہ سے عدل کرے اور معاشرہ فرد سے، عوام حکومت کے ساتھ عدل کریں اور حکومت عوام کو عدل وانصاف کی فراہمی یقینی بنائے۔

یقین جانیے! اگر ہر شخص اپنی اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دینے لگے، تو پورے مُعاشرہ میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی، کسی پر ظلم نہیں ہوگا، کہیں منافقت نہیں ہوگی اور کرپشن وبدعنوانی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ لیکن صد افسوس کہ آج ہمارے ہاں نظامِ عدل وانصاف کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں، ہر طرف ظلم وزیادتی کا بازار گرم ہے، کوئی کسی کو روکنے، ٹوکنے اور پوچھنے والا نہیں ہے۔

اگر ہم اپنی قوم کا استحکام اور اس کی بقا چاہتے ہیں، تو ہمیں بہر صورت اسلامی نظامِ عدل وانصاف پر عمل پیرا ہونا ہوگا، اس کے قیام کے لیے اپنی اپنی ذمہ داری کو ادا کرنا ہوگا، بصورت دیگر ذلّت ورُسوائی اور تباہی وبربادی ہمارا مقدّر ہوگی۔ اللہ رب العالمین ہم سب کو تمام اُمور میں عدل وانصاف سے کام لینے کی توفیق مرحمت فرمائے؛ تاکہ ہمارا ملک مستحکم وترقی یافتہ ہو، ہر طرف امن وسکون کی فضا قائم ہو، اور اسلام کا بول بالا ہو۔

◆◆◆

از: مولانا طارق انور مصباحی*

دین حسن اور حب نبوی

علامہ کافی مرادابادی علیہ الرحمہ کا یہ شعر بہت مشہور ہے

بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
بس رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

سوال ہے کہ جب تمام بلبل اڑ جائے تو دین حسن کہاں رہ جائے گا؟ کیا چمن کے درختوں پر رہ جائے گا، یا فضاوں میں؟ پہاڑوں پر رہ جائے گا، یا سمندروں میں؟او، تلاش کریں کہ دین حسن رہتا کہاں ہے؟ جب چمن اباد تھا تو دین حسن کا محل و مستقر کیا تھا؟ دراصل دین ان عقائد حقہ اور احکام الہیہ کا مجموعہ ہے جو اللہ تعالی کی بارگاہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو عطا ہوئے۔ پھر اپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے امت کو ملے۔ اس کا محل و مستقر مومن کا قلب ہے تو مومن خواہ چمن میں رہے یا بحکم الہی چمن سے رخصت ہو کر عالم برزخ میں چلا جائے۔ دین نبوی مومن کے قلب میں بہر صورت موجود و محفوظ رہتا ہے اور اخروی نعمتیں دائمی اور نوعیت کے اعتبار سے عظیم اور تعداد کے اعتبار سے کثیر ہیں۔ اس لئے اپنے دلوں میں موجود دین حسن کا تحفظ کرو۔ کیوں کہ اخروی نعمتوں کا مدار اسی دین حسن پر ہے۔

چمن کے بلبلوں کا رنگ بدلتا دیکھ کر تم اپنا رنگ نہ بدلنے لگو۔ یہ بلبلیں اج ہیں اور کل نہیں۔ خود جب تم چمن سے رخصت ہو جاو گے تو محض تمہارا دین حسن اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ جائے گا۔ اس لئے کسی کی محبت میں اپنے دین و ایمان کو باطل عقائد اور فاسد اعمال سے مخلوط نہ کرو۔ احباب و متعلقین، استاذ و پیر، یا جو کوئی تم کو دین حسن سے دور کرنا چاہے، تم اس سے دور رہو جاو۔ تعلقات بنتے اور بگڑتے ہیں۔ یہ فانی تعلقات ہیں۔ اپنے دلوں میں اپنے دین کو مستحکم رکھو۔

اپنے دلوں میں دین کو مستحکم رکھنے کے واسطے سب سے اہم نسخہ یہی ہے کہ اس ذات اقدس سے اپنے روابط محبت کو قوی سے قوی تر کرو، جن کے طفیل وہ دین حسن میسر ہوا، جو اخروی نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ جب ان کی محبت مستحکم ہو جائے گی تو کسی کے بہکاوے کا اثر نہیں ہوگا۔ کیوں کہ کسی کے بہکاوے میں ادمی اسی وقت مبتلا ہوتا ہے جب کوئی غرض دنیاوی ہو، تو حق کو حق جان کر بھی غرض دنیاوی کے سبب باطل کو اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن جب اپ نے اس دنیا کو ایک سونا چمن اور فانی وطن تسلیم کر لیا ہے تو فانی نعمتوں کے حصول کے لئے دائمی نعمتوں کو ترک کرنے کا فیصلہ نہیں کر سکو گے اور اپنے ایمان و عقیدے پر مضبوطی سے قائم رہو گے۔

اسی طرح انسان اپنے اس پاس کے احباب و متعلقین یا پیر و استاذ کی محبت میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ اس کی ہر بات پر امنا و صدقنا کہتا ہے۔ جب اپ نے اپنی محبتوں کا عظیم حصہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے منسلک کر دیا ہے تو نہ کسی سے اپ کو اندھی عقیدت ہے۔ نہ اپ اس کی ہر بات پر انکھیں موند کر امنا و صدقنا کہیں گے۔ پس حب مصطفوی اور تصور نبوی اپ کی دستگیری کرے گی اور اپ کسی کے بہکاوے میں مبتلا نہیں ہو سکیں گے۔

ہماری تحریر کا وہی مقصد ہے جو اپ سمجھ رہے ہیں یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت کی جائے اور دوسروں سے اس ذات پاک سے کم محبت یعنی محدود محبت کی جائے۔ میں تو اسی طرف بلا رہا ہوں جس کا بیان حدیث نبوی میں ایا کہ سب سے زیادہ محبت اس ذات اقدس سے کی جائے جن کے طفیل ہمیں وہ دین حسن نصیب ہوا، جو اخروی نعمتوں، بلکہ

دنیاوی نعمتوں سے بھی سرفرازی کا سرچشمہ اور سبب ہے۔

اب اگر کوئی پیر و استاذ یا دوست و رشتہ دار خود سے بے انتہا محبت کی دعوت دیتا ہے یا ایسی خواہش رکھتا ہے تو اس سے حدیث مصطفوی کا معنی دریافت کرو، جس میں سب سے زیادہ محبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کرنے کا حکم آیا۔ اپنی محبت میں فنا ہونے کی دعوت دینے والا پیر ہو یا استاذ، اس کی نیت صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ اس مادی دنیا میں پیر خود ہی اپنے ارباب ثروت اور اصحاب دولت مریدوں کا بظاہر پیر اور باطن میں مرید ہوتا ہے۔ یہ فیض دیتے نہیں، بلکہ مریدوں سے فیض لیتے ہیں۔ ایسے پیروں اور استاذوں کی محبت میں فنا ہونا یقینا نقصان دہ ہے۔ یہ لوگ ما وشما کو منہ بھی نہیں لگاتے۔ بادل ناخواستہ قدم بوسی کی اجازت دیتے ہیں۔

اجاواسی حبیب اعظم کی طرف جن کے توسل سے سب کچھ ملا اور ان شاء اللہ تعالیٰ سب کچھ ملے گا۔ قبر میں بھی انہیں کی جلوہ گری۔ حشر میں ان کی شفاعت عظمی۔ حوض کوثر پر وہی ہوں گے۔ باب جنت وہی کھلوائیں گے۔ ہر جگہ انہیں کے جلوے ہیں۔ اگر کوئی پیر و استاذ اسی ذات اقدس کی طرف تمہیں لے جائے تو اس کے پیچھے جاو۔ اگر راستہ بدل دے تو رک جاو اور ادھر کا رخ کرلو جہاں دین حسن میں استحکام فراہم ہو، اور حب مصطفوی کی دولت لازوال سے سرفرازی ہو۔ جہاں محبت الٰہی اور حب مصطفوی کے جام پلائے جائیں۔ واللہ الموفق والہادی

◆◆◆

ص ۲۳ر کا بقیہ.................

عوام کے خوشامدی "امام" اور "مولانا" حضرات پامال کرنے پر تلے نظر آتے ہیں، اگر بے محل اور شخصیات کے غیر مناسب القابات پر قدغن نہ لگایا گیا تو مفتی، محدث اور مفسر جیسے جلیل القدر مذہبی القابات ایک ایک کرکے اپنا احترام کھودیں گے اور اس کے ذمہ دار کم پڑھے لکھے مذہبی رہنما ہی ہوں گے۔

اسی طرح قدرت اللہ شہاب نے جس طرح دینی رہنماؤں کی عظمت وخدمات کا اعتراف کیا ہے، اس عظمت کو باقی رکھنا

ہم سب کی ذمہ داری ہے، موجودہ حالات میں نوجوان علما کا اپنے مخالف علما کے بارے میں تضحیک آمیز رویہ بہت ہی قابل تشویش ہے، گزشتہ ایک ہفتہ سے سوشل میڈیا پر اپنے نوجوان مذہبی رہنماؤں کی دھینگا مشتی دیکھ کر دل بہت رنجیدہ ہے، مولانا رحمت اللہ اور مولانا بدر عالم صاحب کا اختلاف ہو یا مولانا اشرف آصف جلالی کے ایک جملہ پر ان کے مخالفین کا جارحانہ رویہ، اختلاف کو اختلاف کی حد تک ہی رہنے دیں، اس کو مخالفت کا رنگ نہ دیا جائے تو بہتر ہے، مولانا بدر عالم صاحب کے موقف سے بہت سے اہل علم کو اختلاف ہوسکتا ہے، مجھے بھی ہے، لیکن مولانا رحمت علی مصباحی کا سوشل میڈیا کے ذریعہ مولانا بدر عالم صاحب کے رد کا جارحانہ اور غیر علمی انداز اختلاف نہیں بلکہ مخالفت ہے، اسی طرح مولانا بدر عالم صاحب کی حمایت میں ان کے شاگردوں کا سوشل میڈیا پر بے ہنگم چیخ وپکار استاد سے محبت کی دلیل نہیں بلکہ شخصیت پرستی کا مظہر ہے۔

دینی مسئلہ پر اختلاف کو کورٹ میں لے جانا بذات خود غیر دانشمندانہ اقدام ہے، مزید برآں سوشل میڈیا پر اس کی تشہیر کرکے واہ واہی لوٹنا اس سے بھی زیادہ غیر مناسب اور بچکانہ حرکت ہے، اس کے بعد مولانا بدر عالم صاحب کا مولانا رحمت علی مصباحی کو انہیں کے انداز میں بلکہ بازارو لہجہ میں جواب دینا پورے قصہ کا سب سے زیادہ غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے، اسی طرح مولانا اشرف آصف جلالی کی گفتگو پر جوانہوں نے پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے حوالے سے باغ فدک پر کیا تھا، اس کے ایک جملہ کو سیاق وسباق سے الگ کرکے لعنت وملامت کرنے کی گویا آندھی سی چل پڑی۔

دوستو! یہ روش بہت خطرناک ہے، ہمیں اپنی عزت کو سرعام نیلام کرنے سے خود کو روکنا ہوگا، کوئی بھی خوش نہ ہو کہ اس نے اپنے مخالف عالم کو رسوا کردیا بلکہ عوام کی نظروں میں وہ اپنے مخالف کے ساتھ خود کو ذلیل کررہا ہے، اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا الاجتناب منہ۔

◆◆◆

از: ڈاکٹر محمد لئیق اللہ خان*

کامیابی کا آسان طریقہ اور دوسروں کا اعتماد حاصل کرنے کا موثر ترین ذریعہ مسکراہٹ ہے، یہ ڈپریشن کا بھی فعال علاج ہے

کیا آپ نے کبھی ایسے شخص کے پاس جا کر جس سے آپ ناراض ہوں اور وہ آپ کو دیکھ کر مسکرا دیا ہو، سکون اور آرام محسوس کیا؟ کیا آپ اپنے بھائیوں اور دوستوں کے سامنے مسکرا کر قلبی اطمینان محسوس کرتے ہیں؟ اگر آپ بیمار ہوں اور معائنے کیلئے ڈاکٹر کے پاس پہنچے ہوں اور معالج نے آپ کو مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا ہو تو کیا اس کی مسکراہٹ کی بدولت آپ نے اپنے جسم میں صحت کی لہر دوڑتے ہوئے محسوس کی؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسکراہٹ انسانی ذہن اور دماغ پر جادو جیسا اثر کرتی ہے؟ کیا آپ نے کبھی کسی ایسے شخص کیلئے اپنے اندر کوئی کشش محسوس کی جو آپ کو دیکھتے ہی مسکرانے لگتا ہو؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسکراہٹ نے اب ایک علم اور فن کا مقام حاصل کرلیا ہے؟ سماجی تعلقات کو بہتر بنانے اور اقتصادی وسفارتی امور کو اجاگر کرنے کیلئے مسکراہٹ کی باقاعدہ تعلیم و تلقین کی جاتی ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ بیسویں صدی کے شروع میں مسکراہٹ کو باقاعدہ علم کا درجہ دیدیا گیا اور اسے مسکراہٹ کے ذہنی علم کا نام دیا گیا ہے؟ یقین کیجئے کہ پیار بھری مسکراہٹ انمول ہوتی ہے۔ یہ کشش کا راز ہے، یہ دلوں کو جوڑنے والا مختصر ترین راستہ ہے۔ مسکراہٹ صالح صحت کی علامت ہے، نبی کریم مسلمانوں کو خندہ پیشانی اور مسکراہٹ کے ساتھ پیش آنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اسی ضمن میں نبی کریم کا وہ ارشاد انمول ملفوظات میں شمار ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا:

"کسی بھی بھلائی کو حقیر ہرگز نہ جانو، اگرچہ تمہارا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔" (مسلم)

نبی کریم نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے بھائی کے سامنے تمہارا مسکرانا صدقہ ہے۔ (ترمذی)

نبی کریم کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ تم لوگوں کے دل اپنی دولت سے ہرگز نہیں جیت سکتے، تمہیں لوگوں کے دل جیتنے کیلئے خندہ پیشانی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ (بیہقی)

نبی کریم کا معمول تھا کہ آپ کے چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ سجی رہتی تھی۔ عبداللہ الحارث بن حزم روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ مسکراتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ (ترمذی)

کسی سے ملتے وقت چہرے پر مسکراہٹ یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ شخص بااخلاق ہے، اس خوبی کا حامل انسان اپنے دوسرے بھائی کے دل میں خوشی کی لہر پیدا کرتا ہے، رسول اللہ کے مذکورہ ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں مسکراہٹ کے ساتھ ملنا پسندیدہ عمل ہے۔ اگرچہ لوگوں کی نظر میں اس کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو مگر اخلاقی اعتبار سے باہمی محبت کا مظہر عمل ہے۔ چینی کہاوت ہے: جو شخص عمدہ طریقے سے مسکرانا نہیں جانتا اسے دکان نہیں کھولنی چاہئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سچی مسکراہٹ دل کی گہرائی سے اٹھتی ہے، یہ مسکراہٹ جادو جیسا اثر کرتی ہے اور ملنے والے کو اپنی طرف مقناطیس کی طرح کھینچ لیتی ہے۔ سچی مسکراہٹ چہرے کو رونق اور چمک دمک دیتی ہے۔ مصنوعی مسکراہٹ کے پیچھے مکروفریب کی ظلمتیں چھائی ہوتی ہیں، علماء کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر انسان کے اندر کچھ کیمیکل مواد ایسے ہیں جنہیں ہمارے جسم کے اعضاء خوف یا غمی یا بے چینی یا پریشانی کے وقت خارج کرتے ہیں۔ اگر ملنے والا شخص آپ کی طرف مسکرا کر دیکھ رہا ہو تو ایسی صورت میں کیمیکل مادے بہت معمولی مقدار میں

خارج ہوتے ہیں۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟۔
جواب یہ ہے کہ مسکراہٹ آپ کے ذہن پر طاری کسی بھی خوف یا آنے والے شخص کے حوالے سے جنم لینے والے خدشات کو ختم کر دیتی ہے۔ نتیجے کے طور پر آپ کے ذہن میں یہ بات از خود پیوست و جاگزیں ہوجاتی ہے کہ آنیوالا شخص خطرے سے خالی ہے، اس سے پتہ چلا کہ زندگی کو کامیاب بنانے کیلئے مسکراہٹ ازبس ضروری ہے۔ہمیں یہ جان لینا کافی ہے کہ جب انسان مسکراتا ہے تو اس کے چہرے کے 5 تا 13 عضلات حرکت میں آتے ہیں اور جب انسان غصے یا کبیدگی یا پریشانی کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے چہرے کے 47 عضلات متحرک ہوتے ہیں۔

مسکراہٹ اور ہنسی میں فرق

مسکراہٹ دائمی کیفیت کا نام ہے، (اسے ہلکی پھلکی ہنسی کا نام بھی دیا جاسکتا ہے) جبکہ ہنسی عارضی حالت ہوتی ہے۔ مسکراہٹ، خوشی پر فطری ردعمل کا دوسرا نام ہے جبکہ ہنسی بسا اوقات دردناک حادثے پر ردعمل کا بھی نتیجہ ہوتی ہے۔ مسکراہٹ اندرونی خوشی اور سکون کی علامت ہوتی ہے جبکہ ہنسی کسی ہنگامی ناگہانی حالت کا نتیجہ ہوتی ہے۔مسکراہٹ کا اثر دیر تک باقی رہتا ہے جبکہ ہنسی کا اثر جلد زائل ہوجاتا ہے۔
مسکراہٹ تواضع وانکساری کی دلیل ہے جبکہ ہنسی اگر قہقہے کے ساتھ ہو تو غرور کی نشانی مانی جاتی ہے۔مسکراہٹ ہنسی سے زیادہ مشکل کام ہے۔مسکراہٹ مختلف قسم کے لوگوں، مختلف طبیعتوں اور مختلف المزاج افراد سے میل ملاپ کے وقت آتی ہے۔جبکہ ہنسی انتہائی بے تکلف قسم کے لوگوں کے ساتھ ہی نمودار ہوتی ہے۔مسکراہٹ میں ایک ادب شامل ہوتا ہے جبکہ ہنسی ادب کے دائرے سے خارج بھی ہوجاتی ہے۔
تازہ ترین جائزے میں بتایا گیا ہے کہ خوشی کا احساس انسان کو دل کے دورے، دل کے امراض، ہارٹ اٹیک اور ذیابیطس کی تکلیف سے بچاتا ہے۔خوشی کا احساس، مٹاپے اور عقل کے مختلف امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔خوشی کا احساس عام طور پر عمر میں اضافہ کر دیتا ہے۔اس کا سبب معمولی ہے، سبب یہ ہے کہ خوش رہنے والے لوگ 2 اہم ہارمونز کم مقدار میں خارج کرتے ہیں۔

اچھی مسکراہٹ کے فائدے

اچھی مسکراہٹ صحت بخش ہوتی ہے۔یہ انسان کی ذہنی، جسمانی اور اعصابی صحت کی حفاظت کرتی ہے۔صحت بخش مسکراہٹ، بلڈ پریشر کم کرنے میں معاون بنتی ہے۔مسکراہٹ دوران خون تیز کرتی ہے۔مسکراہٹ، ذہنی وسماجی دباؤ کیخلاف جسم میں مدافعتی نظام کو تقویت پہنچاتی ہے۔مسکراہٹ کی بدولت دل، دماغ اور جسم کی کارکردگی پر خوشگوار اثر پڑتے ہیں۔ مسکرانے والے انسان کی نبض متوازن شکل میں چلتی ہے۔ مسکراہٹ، انسان کے لاشعور تک سکون اور اطمینان کی لہر پہنچا دیتی ہے۔مسکراہٹ، چہرے کو خوبصورت اور پر رونق بنا دیتی ہے۔مسکراہٹ ایک طرح سے عصری امراض سے بچاؤ کا بہترین علاج ہے۔مسکراہٹ، بے چینی اور ڈپریشن سے تحفظ دیتی ہے۔مسکراہٹ، مختلف قسم کے درد کا علاج ہے۔ مسکراہٹ، بےخوابی اور بے چینی پر قابو پالیتی ہے۔
اطباء کہتے ہیں کہ مسکراہٹ اور ہلکی پھلکی ہنسی جنسی صلاحیت کو بہتر بناتی ہے۔شریانوں کے تناؤ کو ہلکا کرتی ہے، نبض کی رفتار کو درست کر دیتی ہے۔عضلات کو آرام دہ حالت میں لے آتی ہے۔

مسکراہٹ اور جھریاں

مصر میں تازہ ترین علمی جائزے سے پتہ چلا ہے کہ چہرے پر خفگی اور غصہ طاری کرنے سے جھریاں موثر شکل میں پیدا ہوجاتی ہیں۔آنکھوں کے اطراف حلقے پڑجاتے ہیں۔تجربات نے ثابت کیا ہے مسکراہٹ جھریوں پر قابو پانے کا موثر ہتھیار ہے۔ مسکراہٹ سے جھریاں جلد نہیں ظاہر ہوتیں، مسکراہٹ کی وجہ سے جھریوں کے ظہور کا عمل کمزور پڑجاتا ہے۔اسی وجہ اطباء مردوں خصوصاً خواتین کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ مسکراہٹ کو اپنی پہچان بنائیں۔مستقل مسکرانے والی خواتین ذہنی سکون میں رہتی ہیں۔

علمی معجزہ

علمی اعجاز کے اسکالر انجینیئر عبدالدائم الکحیل کہتے ہیں: ہم میں سے کون شخص ہے جو یہ آرزو نہ کرتا ہو کہ وہ کچھ دیئے بغیر ہر روز مالی صدقے کا ثواب حاصل کرلے؟ پیغمبر اسلام محمد مصطفی نے ہمیں جیب سے کچھ خرچ کئے بغیر مالی صدقے کے ثواب کا طریقہ سکھایا ہے۔ اطباء کا کہنا ہے کہ یہ کامیابی کا آسان طریقہ اور دوسروں کا اعتماد حاصل کرنے کا موثر ترین ذریعہ ہے بلکہ یہ ڈپریشن کا بھی فعال علاج ہے۔

بہت سارے تجربات عصر حاضر میں انسان پر مسکراہٹ کے ذہنی اثرات کو سمجھنے کیلئے کئے گئے۔ جائزہ نگاروں پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ انسان کے چہرے میں تقریباً 80 عضلات ہوتے ہیں جب وہ ناراض ہوتا ہے تو اس کے چہرے پر ناراضگی کی علامتیں خود بخود مرتسم ہوجاتی ہیں، چہرے کے اکثر عضلات غصے کی کیفیت سے متاثر ہوتے ہیں۔ توجہ طلب امر یہ ہے کہ جب انسان مسکراتا ہے تو اس کے چہرے کے عضلات پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، اس کے چہرے کے عضلات کسی زحمت یا مشقت میں نہیں پڑتے کیونکہ مسکراہٹ کے دوران بہت کم عضلات کو محنت کرنا پڑتی ہے۔

اطباء نے اس مشاہدے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بار بار مسکرانے سے انسان کو آرام ملتا ہے اور اس کو ذہنی قرار حاصل ہوتا ہے۔ بعض اطباء تو یہ بھی کہتے ہیں کہ مسکراہٹ سے انسان کو بسا اوقات ڈپریشن سے بھی نجات ملتی ہے۔ عصبی، لسانی پروگرامنگ کے ماہرین کہتے ہیں کہ کامیابی کا انتہائی سستا طریقہ مسکراہٹ ہے، جو انسان اپنے اطراف موجود لوگوں کے ساتھ میل جول میں مسکراتا رہتا ہے، اس سے اس کے احباب اور ملنے جلنے والے اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ مسکرانے والے شخص اور اس کے اطراف موجود لوگوں کے درمیان ذہنی دیواریں زمین بوس ہوجاتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ بار بار مسکراہٹ اعتماد پیدا کرتی ہے۔

اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا صدقہ ہے: سبحان اللہ، اپنے بھائی کے ساتھ محض مسکرا کر پیش آنا دولت خرچ کئے بغیر مالی صدقے کے ثواب کا ضامن بن جاتا ہے۔ یہ نبی کریم کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ آنجناب نے یہ طریقہ ثواب کمانے کیلئے ناداروں کو سکھایا تھا۔ نبی کریم کے اس ارشاد نے ہمیں ایک اور ہنر سکھایا ہے۔ یہ مسکراہٹ کا ہنر ہے۔ آپ کا درس یہ ہے کہ جب آپ اپنے کسی عزیز یا اپنے کسی دوست کیلئے مسکرا رہے ہوں تو آپ کی نظر اس کے چہرے پر ہونی چاہئے۔ جو لوگ مسکراتے ہوئے چہرے پر نظر ڈالتے ہیں وہ اپنے عزیز یا دوست پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ اطباء بتاتے ہیں کہ مسکراہٹ مخصوص قسم کی ہونی چاہئے۔ مسکراہٹ کا مثالی طریقہ یہ ہے کہ آپ جس کیلئے مسکرا رہے ہیں اسے دیکھ بھی رہے ہوں۔ ایسا کرنے سے فوری اطمینان نصیب ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس قسم کی مسکراہٹ روزی کا سرچشمہ بھی بن جاتی ہے۔

مسکرانے کیلئے رسول اللہ بھی کہہ رہے ہیں اور مسکرانے کی ہدایت ماہرین سماجیات بھی کر رہے ہیں لیکن ان دونوں نصیحتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ماہرین سماجیات محض دنیوی مصلحت کی خاطر مسکراہٹ کا سبق سکھا رہے ہیں۔ یہ مصلحت، شہرت کے حوالے سے بھی ہوسکتی ہے اور دولت کمانے کیلئے بھی ہوسکتی ہے۔ جہاں تک نبی کریم کا تعلق ہے تو آپ نے ہمارے لئے مسکراہٹ کا اصل ہدف تقرب الی اللہ مقرر کیا ہے۔ یہ ہدف دنیاوی اہداف سے مختلف ہے۔ اس کے نتائج پائیدار قسم کے ہیں۔

رسول اللہ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ اپنے بھائی یا دوست کو دیکھ کر مسکراہٹ سے پیش آئیں گے تو ایسا کرنے سے تمہیں صدقے جیسا ثواب ملے گا۔ یہ صدقہ ایسا ہے جس میں آپ کا نہ کوئی دینار خرچ ہو رہا ہے اور نہ آپ کی جیب سے کوئی درہم جا رہا ہے اگر آپ اسے استعمال کرنے کا طریقہ جان لیں، سمجھ لیں تو دنیا بھر کے لوگوں کے دل جیت سکتے ہیں اور پھر دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیکر کائنات کا نقشہ بدل سکتے ہیں۔

مسکراہٹ، جادو جیسی ہوتی ہے۔ اس سے انسان کے دل

میں امید کے دیئے روشن ہوتے ہیں۔ دماغ سے وحشت دور ہوتی ہے۔ دل کو نئی زندگی مل جاتی ہے، مسکراہٹ کے اتنے ڈھیر سارے فائدے معلوم ہوجانے کے باوجود ہم نہ جانے کیوں اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ مرتسم کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔

مسکراہٹ کا فن

مسکراہٹ بند دلوں کی پہلی کلید ہے۔ مسکراہٹ، روحانی روشنی ہے، یہ دل کے بند دریچوں کو کھولنے والا طبعی آلہ ہے۔ مسکراہٹ، درد میں مبتلا انسان کے زخم پر مرہم اور غم زدہ انسان کیلئے موثر دوا ہے۔ مسکراہٹ دلوں کو قابو کرنے والا ہتھیار ہے۔ خوبصورت مسکراہٹ، دل، دماغ اور روح کو اپنے قبضے میں کرنیوالا طاقتور ترین قانون ہے۔

مسکراہٹ سے انسانوں کے دل آپ اپنی مٹھی میں کر سکتے ہیں، ذہنوں پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ مسکرانے والے لوگ سب سے زیادہ خوش مزاج اور سب سے زیادہ پاکیزہ طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ اپنی زندگی میں سب سے زیادہ سکون سے رہتے ہیں۔ حقیقی مسکراہٹ میں کوئی ملاوٹ نہیں کی جا سکتی۔ جس طرح خالص سونے میں ملاوٹ فوری طور پر سامنے آ جاتی ہے اسی طرح حقیقی مسکراہٹ اور مصنوعی مسکراہٹ کا فرق لمحوں میں سامنے آجاتا ہے۔ ہم مسکراتے کیوں نہیں؟ ہمیں اپنے آپ اور اپنے اطراف موجود لوگوں کو خوشیاں دینے کیلئے مسکرانا چاہئے، ہمیں ذیابیطس، بلڈ پریشر، تناؤ، بے چینی اور بحران پیدا کرنیوالے یومیہ مسائل پر قابو پانے کیلئے مسکرانا چاہئے۔

◆◆◆

ص ۳۱ کا بقیہ.........

ولا حیّ ولا میت ولا سمیع ولا اصم ولا بصیر ولا اعمی ولا عالم ولا جاھل ولا قادر ولا عاجز ولا واحد ولا متعدد" [باب پنجم در الھیات، ص ۱۳۷]

یعنی فرقۂ اسماعیلیہ (اسماعیل بن جعفر الصادق کی طرف منسوب غالی قسم کا رافضی گروہ ہے) کا عقیدہ ہے کہ رب ذوالجلال نہ موجود ہے نہ معدوم نہ زندہ ہے نہ مردہ ہے نہ سنتا ہے نہ دیکھتا نہ بینا ہے اور ناہی نابینا نہ عالم ہے نہ جاہل نہ قادر ہے نہ عاجز نہ ایک ہے نہ کئی۔

اسی مسئلے کی مزید تفصیل کے لئے المعتقد المنتقد کی عبادت ملاحظہ کریں حضرت فضل رسول بدایوں علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "وقال جمهور الباطنية بانكارها كلها حتى قالوا كل ما يجوز إطلاقه على الخلائق لا يجوز إطلاقه عليه تعالیٰ"۔ [باب الإلهيات ص ۴۱]

فرقۂ باطنیہ (اسماعیلیہ کے سات لقبوں میں سے ایک ہے) باری تعالیٰ کی جملہ صفات کمالیہ کا انکار کرتا ہے اور دلیل میں خود ساختہ اصول بیان کرتا ہے کہ جن صفات کا اطلاق مخلوق پر کیا جا سکتا ہے ذاتِ الٰہی پر ان کا اطلاق سراسر ناجائز ہے۔

اس کے برخلاف اہل سنت رب تعالیٰ کے لئے صفات کمالیہ ایجابیہ وسلبیہ کو ذاتی قدیم ازلی ابدی مانتے ہیں اور ایسے متضاد عقیدہ کا سرے سے انکار کرتے ہیں چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے: "لم يزل أي فيما مضى ولا يزال أي فيما يبقى باسماءه أي منعوتا باسماءه وصفاته الذاتية كالعلم والحيوة والكلام وهي قديمة بالاتفاق"۔ [ص ۱۷]

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اہل سنت کا بنیادی عقیدۂ باری تعالیٰ عزاسمہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ پاک اپنے ناموں اور ذاتی صفتوں کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کی وضاحت میں ملا علی قاری قدس سرہٗ السامی نے فرمایا جیسے علم کلام اور حیات کہ یہ سب صفات قدیمہ ہیں بالاتفاق ایک دوسرے مقام پر اسی عقیدہ کو طشت از بام کرتے ہوئے فرمایا: "لم يزل ولا يزال باسماءه وصفاته لم يحدث له اسم ولا صفة" [ص ۲۷]

رب قدیر اپنے تمام ناموں اور صفتوں کے ساتھ ازلی اور ابدی ہے نہ اس کا کوئی نام حادث ہے اور نہ صفت بلکہ جملہ اسماء وصفات قدیم، ازلی ابدی ہیں ان پر زوال نہ طاری ہوا اور نہ کبھی ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔........ جاری

از: مولانا شہزاد عالم*

حامداً ومصلیاً

یہودیت بنام ''رافضیت'' کا فتنہ بڑا قدیم فتنہ ہے جس نے اپنے کھلے کفر کو اسلامی چولا پہنانے کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اسلام قبول کیا، پھر پس پردہ شمع اسلام کو بجھانے، مسلمانوں کے مابین فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے اور مذہب وملت کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں لگ گیا اور اس مہم کو تیز کرنے کے مختلف تدبیریں نکالیں مثلاً خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی کے خلاف سورش بپا کی۔ کوفہ وعراق کے اطراف ونواحی سے منتقل ہو کر یہ لوگ مدینہ طیبہ میں یک جا ہوئے تاکہ نزدیک سے اسلام اور مسلمانوں کو گزند پہنچائی جا سکے، نیز خلیفۂ سوم کی شہادت باسعادت کے بعد خود کو حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخلص محبین کے رنگ میں پیش کرنا شروع کر دیا، اور اپنے آپ کو شیعان علی کے نام سے موسوم کیا۔ حب اہل بیت کے نام پر توہین صحابہ کو روا جانا، یہودی اور عیسائی روش پر چلتے ہوئے مولائے کائنات کی الوہیت کا قول کیا، راہِ اعتزال اختیار کرتے ہوئے اہل بیت عظام کو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل گردانا، اور توحید خداوندی پر شبخون مارتے ہوئے حلولِ باری تعالیٰ کا بے بنیاد اور حق مخالف تصور دیا۔

اس مختصر اور عجلت آمیز تحریر میں پوری تاریخ رافضیت اور اس کے جملہ افکار ونظریات کو بیان کرنا اور پھر اصول اسلام کی روشنی میں ان کا رد کرنا دشوار گزار امر ہے البتہ بعض افکار کو ضبط تحریر میں لاؤں گا اور ساتھ ہی ان کی بے اعتدالی اور بے راہ روی سے نقاب کشائی کروں گا، تاکہ قدرے بصیرت حاصل ہو سکے۔

توحید مخالف نظریہ

الوہیت علی: قرآن وحدیث اور دلائل آفاق وانفس

اس بات پر شاہد ہیں کہ عبادت کا حقدار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا وصفِ الوہیت کسی اور کے لئے ماننا اور اس کو مستحق عبادت جاننا شرکِ جلی ہے جس کا ارتکاب باعث عذاب ہے۔ لیکن فرقۂ رافضیہ کی غالی شاخ بنام ''سبائیہ'' کے سرغنہ عبد اللہ بن سبا یہودی نے حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معبود برحق کہا (العیاذ باللہ) اور اس باطل نظریہ کو اوروں تک بھی پہنچایا۔

چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہ السامی اپنی مایۂ ناز اور نادر المثال تصنیف ''تحفۂ اثنا عشریہ'' کے باب سوم میں اسی پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ''و مقتدائے ایشاں عبداللہ بن سبا یہودی صنعائی ست واو اول بتفضیل حضرت امیر و ثانیا بتکفیر صحابہ و خلفا و حکم بارتداد ایشاں و ثالثا بألوہیت حضرت امیر مردم را دعوت نمود و برحسب استعداد ہر یک را از اتباع خود در حبالۂ اغوا و اضلال آورد پس او قدوہ علی الاطلاق جمع فرق رفضہ ست'' یعنی فرقۂ رافضیت کا پیشوا علی الاطلاق عبد اللہ بن سبا یہودی صنعائی ہے جس نے حضرت علی کو جملہ صحابۂ کرام سے افضل مانا، صحابہ وخلفائے عظام کو کافر ومرتد گردانا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معبود برحق کہا اور یہ فکر دوسروں تک پہنچائی اور ان کو گمراہ اور بے دین بنانے کی وسعت بھر کوشش کی پس روافض کی جملہ شاخوں کا پیشوا علی الاطلاق یہی ہے۔ روافض کے اس نظریہ کی نشاندہی سرور کائنات نے چودہ صدیوں قبل ہی فرما دی تھی۔ چنانچہ حضرت علامہ ابن حجر الہیتمی علیہ الرحمہ نے مقدمۂ صواعق محرقہ میں

ایک حدیث امام دارقطنی سے نقل فرمائی ہے جس کے راوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الاسنی ہیں وہ فرماتے ہیں سرکار علیہ افضل الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: سیاتی من بعدی قوم لهم نبز، یقال لهم الرافضة فان ادرکتهم فاقتلهم فانهم مشرکون قال قلت یارسول الله ماالعلامة فيهم قال يقرظونك بما ليس فيك ويطعنون السلف"۔ [الصواعق المحرقة ج۱ص ۱۳]

عنقریب میرے بعد ایک قوم پیدا ہوگی جس کو برے نام (رافضی) سے یاد کیا جائے گا اے علی اگر تجھے وہ جماعت مل جائے تو اسے قتل کر دینا چونکہ وہ مشرک ہیں حضرت علی نے عرض کی حضور ان کی نشانی بتادیں فرمایا وہ تیری طرف ایسے اوصاف کا انتساب کریں گے جو تجھ میں نہیں پائے جاتے، نیز گزرے ہوئے پارسا اور نکوکار افراد کو اپنے سب وشتم اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں گے، ایک دوسری حدیث میں سرکار علیہ السلام نے تمثیل دیتے ہوئے فرمایا اے علی: إنّ فيك من عيسىٰ مثلاً أبغضته اليهود حتىٰ بهتوا أمه، واحبته النصارىٰ حتى انزلوه بالمنزلة التى ليس بها، وقال على ألا إنه يهلك فى محبّ مفرطٌ يقرظنى بما ليس فى و مبغض مفتر يحمله شنانى على ان يبهتنى ألا وإنى لست بنى ولا يوحى إلى ولكن اعمل بكتاب الله وسنة نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم ما استطعت فما امرتكم به من طاعة الله فحق عليكم طاعتى فيما أحببتم أو كرهتم وما امرتكم بمعصية أنا وغيرى فلا طاعة لأحد فى معصية الله انما الطاعة فى المعروف۔

[رواه الحاكم ج۳ص ۱۲۳]

تم میں عیسیٰ علیہ السلام سے ایک طرح کی مشابہت ہے یہودیوں نے ان (عیسیٰ علیہ السلام) سے بغض رکھا تو اتنا زیادہ رکھا کہ ان کی ماں پر بہتان تراشی کی، عیسائیوں نے ان سے محبت و وابستگی قائم کی تو اتنی (زیادہ اور غلو کے ساتھ قائم کی) کہ ان کو اس مقام ومرتبہ پر پہنچا یا جو ان کے لئے ثابت نہیں (یعنی ان کو اللہ یا ابن اللہ قرار دے ڈالا) فرمان نبوی بیان کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے بارے میں (حدیث پاک کے بموجب) بھی دو شخص یعنی دو گروہ ہلاکت ایمانی کے شکار ہو جائیں گے ان میں کا ایک محبت کے نام پر حد درجہ غلو کرے گا اور میری جانب ان خوبیوں کا انتساب کرے گا جن کا میں متحمل نہیں جبکہ دوسرا مجھ سے بغض وعناد رکھنے والا ہوگا اور میری دشمنی سے مغلوب ہوکر مجھ پر بہتان باندھے گا۔

مذکورہ بالا حدیثوں کا مفاد یہ ہے کہ خود کو شیعان علی کہنے والے الوہیت باری تعالیٰ اور استحقاق عبادت کا ویسے ہی انکار کریں گے جیسے یہودیت وعیسائیت نے جناب باری تعالیٰ کی طرف ابنیت (بیٹا بنانا) کی نسبت کر کے توحید خداوندی کا انکار کیا اور واقع کے خلاف یہ حکم لائے اور بہتیروں کے ایمان و عقیدہ کو خراب کیا، توحید پرستی کے بجائے شرک کو بڑھاوا دیا، العیاذ باللہ۔

صفات ذاتیه ازلیه کا انکار

عقیدۂ توحید اور عشق نبوی سے لبریز دل و دماغ پر روز روشن کی عیاں ہے کہ ذات واجب الوجود موجود یگانہ اور بے مثل و بے مثال ہے اس کی شان لیس کمثلہ شی (اس کی مانند کوئی چیز نہیں) ہے، سننا دیکھنا، جاننا اور قدرت رکھنا وغیرہ اس کی صفات ذاتیہ ازلیہ ابدیہ ہیں جن سے امکان وحدوث، الفکاک وانفصال ہر گز ہر گز متعلق نہیں ہوسکتا وہ اپنی صفات کمالیہ کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کے برعکس عقیدہ رکھنا کھلا کفر انکار اور مرتکب گرفتار عذاب نار ہے۔ مگر دین کے دشمن روافض اس نظریے میں بالکل منفرد اور فرقۂ معتزلہ کی طرح واسطہ (جیسے انہیں ایمان وکفر کے مابین واسطہ کی سوجھی) کے قائل نظر آتے ہیں جو درحقیقت ارتفاع نقیضین کو مستلزم ہے چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ (تحفۂ اثنا عشریہ) باب پنجم۔ الٰہیات کے بیان میں روافض کا مستلزم محال عقیدۂ دوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اسماعیلیه گویند که الله تعالیٰ لا موجود ولا معدوم بقیہ ص ۲۹ پر

"ایک زمانے میں ملا اور مولوی کے القاب علم وفضل کی علامت ہوا کرتے تھے لیکن سرکارِ انگلشیہ کی عملداری میں جیسے جیسے ہماری تعلیم اور ثقافت پر مغربی اقدار کا رنگ وروغن چڑھتا گیا اسی رفتار سے مُلّا اور مولوی کا تقدس بھی پامال ہوتا گیا۔ رفتہ رفتہ نوبت بایں جا رسید کہ یہ دونوں تعظیمی اور تکریمی الفاظ تضحیک وتحقیر کی ترکش کے تیر بن گئے۔ داڑھیوں والوں کو ٹھوٹھ اور ناخواندہ لوگوں کو مذاق ہی مذاق میں مُلّا کا لقب ملنے لگا، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دفتروں میں کوٹ پتلون پہنے بغیر دینی رجحان رکھنے والوں کو طنز وتشنیع کے طور پر ''مولوی'' کہا جاتا تھا۔ مسجدوں کے پیش اماموں پر جمعراتی، شبراتی، عیدی، بقرعیدی اور فاتحہ درود پڑھ کر روٹیاں توڑنے والے قل اعوذ یئے مُلّاؤں کی پھبتیاں کسی جانے لگیں۔ لُو سے جھلسی ہوئی گرم دوپہر میں خس کی ٹٹیاں لگا کر پنکھوں کے نیچے بیٹھنے والے یہ بھول گئے کہ محلے کی مسجد میں ظہر کی اذان ہر روز عین وقت پر اپنے آپ کس طرح ہوتی رہتی ہے؟ کڑکتے ہوئے جاڑوں میں نرم گرم لحافوں میں لپٹے ہوئے اجسام کو اس بات پر کبھی حیرت نہ ہوئی کہ اتنی صبح منھ اندھیرے اٹھ کر فجر کی اذان اس قدر پابندی سے کون دے جاتا ہے؟ دن ہو یا رات، آندھی ہو یا طوفان، امن ہو یا فساد، دور ہو یا نزدیک، ہر زمانے میں، شہر شہر، گلی گلی، چھوٹی بڑی، کچی پکی مسجدیں اسی ایک مُلّا کے دم سے آباد تھیں جو خیرات کے ٹکڑوں پر مدرسوں میں پڑا تھا، دربدر کی ٹھوکریں کھا کر گھر بار سے دور، کہیں اللہ کے کسی گھر میں سر چھپا کر بیٹھ رہا تھا، اس کی پشت پر نہ کوئی تنظیم تھی، نہ کوئی فنڈ تھا اور نہ کوئی تحریک تھی۔ اپنوں کی بے اعتنائی، بیگانوں کی مخاصمت، ماحول کی بے حسی اور معاشرے کی کج ادائی کے باوجود اس نے نہ اپنی وضع قطع کو بدلا اور نہ اپنے لباس کی مخصوص وردی کو چھوڑا، اپنی استعداد اور دوسروں کی توفیق کے مطابق اس نے کہیں دین کی شمع، کہیں دین کا شعلہ اور کہیں دین کی چنگاری روشن رکھی۔۔۔۔۔۔۔ جہاں دین کی چنگاری بھی گل ہو چکی تھی، مُلّا نے اس کی راکھ ہی کو سمیٹ سمیٹ کر باد مخالف کے جھونکوں میں اڑ جانے سے محفوظ رکھا۔ یہ ملّا ہی کا فیض تھا کہ کہیں کام کے مسلمان، کہیں نام کے مسلمان اور کہیں محض نصف نام کے مسلمان ثابت و سالم برقرار رہے اور جب سیاسی میدان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان آبادی کے اعداد وشمار کی جنگ ہوئی تو ان سب کا اندراج مردم شماری کے صحیح کالم میں موجود تھا۔ برصغیر کے مسلمان عموماً اور پاکستان کے مسلمان خصوصاً مُلّا کے اس احسان عظیم سے کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے، جس نے کسی نہ کسی طرح، کسی نہ کسی حد تک ان کے تشخص کی بنیاد کو ہر دور اور ہر زمانے میں قائم رکھا۔"

تبصرہ

قدرت اللہ شہاب نے بہت خوبصورتی کے ساتھ علما اور مذہبی رہنماؤں کا دفاع بھی کیا ہے اور علما برادری کا مذاق اڑانے والے جدت پسندوں کے رخسار پر طنزیہ پیرایہ میں زناٹے دار طمانچہ بھی رسید کیا ہے، جس لفظ "مُلّا اور مولوی" کی عظمت کو کسی زمانے میں جدت پسندوں اور نام نہاد روشن خیالوں نے پامال کیا تھا، آج لفظ "مفتی" کی عظمت وتکریم کو غیر مفید جلسہ وجلوس کا اہتمام کرنے والے بقیہ ص ۲۵ / پر

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

مسلکی غنڈہ گردی کے اسباب

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے صحیح کہا تھا:

تم ہو صورت میں نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

بلا شبہ مسلمانوں میں آج جس قدر فرقہ بندی اور گروہ بندی ہے وہ پوری امت مسلمہ کے لیے بہت حیران کن ہے، فرقہ واریت اور گروہی عصبیت کے حوالہ سے اکثر لوگوں کے لکچر اور مضامین نشر ہوتے ہیں لیکن عموماً دیکھا یہ جاتا ہے کہ جو حضرات اتحاد امت کی بات کرتے ہیں وہ خود کسی نہ کسی گروہی عصبیت کے شکار ہوتے ہیں، عام طور پر فرقہ واریت کا اصل ذمہ دار علمائے دین کو بتا کر ڈاکٹر، انجینئر اور کالم نویس حضرات اپنی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کر لیتے ہیں وہ یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ اسلام کے نام پر کلمہ گو طبقے میں جتنی خامیاں، برائیاں ہیں ان سب کے ذمہ دار علما ہیں۔

ارے بھائی! کس قرآن وحدیث میں یہ لکھا ہے کہ مسلمان کہلانے والے ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر اور ایڈیٹر اسلامی وضع قطع ترک کر کے، داڑھیاں منڈا کر کے، انگریزی فیشن اختیار کر لیں؟ اگر تمام پستیوں کے ذمہ دار علما ہیں تو کیوں نہیں نام نہاد روشن خیال کہلانے والے مسلمان کوئی ایسی تحریک چلاتے کہ جس کے سبب عام لوگوں تک ان کے مزاج کا قرآنی اور حدیثی اسلام پہنچتا، مدرسوں میں پڑھنے والے مسجدیں بنواتے ہیں، مدرسوں کے فارغین مسجدوں میں امامت و خطابت کرتے ہیں، آخر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ ہمدرد جیسے ادارے جہاں مولویوں کی حکومت نہیں بلکہ اس طبقے کی حکومت ہے جو اپنے کو روشن خیال تصور کرتا ہے، ان اداروں کے مسلم اساتذہ جنکی آمدنی مسجد و مدرسہ کے اصحاب کے مقابلہ میں کئی گنا زائد ہوتی ہے، یہ حضرات اتحاد کی کوئی راہ تلاش کرتے لیکن صحیح یہ ہے کہ جب کوئی آدمی ڈاکٹر، انجینئر اور پروفیسر بن جاتا ہے تو پھر اس کی مسلمانی کہاں چلی جاتی ہے پتہ ہی نہیں لگتا۔

اکثر دیکھا گیا کہ جو لوگ اتحاد اتحاد کی راگ الاپتے ہیں وہ بذات خود کسی نہ کسی فرقے کے نہایت درجہ سخت اور متعصب فرد ہوتے ہیں جب ان کی عیاری عام مسلمانوں میں مقبول نہیں ہوتی تو وہ اتحاد کی راگنی پر تھرکنے لگتے ہیں۔

جب یہ بات جگ ظاہر ہے کہ جتنے کلمہ پڑھنے والے دنیا میں ہیں وہ مختلف مسلکوں میں آج سے نہیں صدیوں سے بٹے ہوئے ہیں اور اختلاف مسالک کے جھنڈے تلے صرف علما، طلبہ ہی نہیں بلکہ نام نہاد پروفیسر، ڈاکٹر اور اخبار نویس یہاں تک کہ سیاست داں اور حکمراں طبقہ بھی شامل ہے۔

کون نہیں جانتا کہ سعودیہ عربیہ میں اسلام کے نام پر جو لوگ اقتدار پر قابض وغاصب ہیں وہ کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں، سعودیہ عربیہ کی وہابی حکومت دیگر مسالک کے پیروکاروں پر کس قدر مظالم ڈھاتی ہے، اگر ایک مسلمان بارگاہ رسالت میں کھڑے ہو کر دست بستہ سلام پیش کرتا ہے تو وہابی حکومت کے غنڈے اس پر شرک کے فتوے ہی نہیں لگاتے بلکہ سلام پڑھنے والے مسلمانوں پر ظلم وجبر کرتے ہیں، عام طور پر انہیں وہابی قاضی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، بعضوں کو جیل بھیج دیا جاتا ہے، بعض کو ملک چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

مسلکی غنڈہ گردی مسٹر عبد اللہ فیصل کو صرف ناسک اور مہاراشٹر کی مساجد میں ہی نظر آتی ہے، کبھی آنکھیں کھول کر سعودیہ عرب اور ایران حکومتوں کی مسلکی غنڈہ گردی بھی دیکھ

لیں، یمن میں جو آئے دن سعودی حکومت کی جانب سے بمباری ہورہی ہے یہ غنڈہ گردی کون کررہا ہے؟ کیا اس کا بھی الزام ناسک اور مہاراشٹر کے اماموں اور متولیوں پر ڈالیں گے؟

ناسک یا مہاراشٹر کے سنی مسلمانوں پر تنقید کرنے سے پہلے سعودیہ اور ایران جیسی وہابی اور رافضی حکومتوں کے ذریعہ مسلکی غنڈہ گردی پہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ایک امام یا متولی یا عالم کا دائرہ جتنا بھی وسیع ہوجائے کسی حکومت کے مقابلے میں تو نہیں ہوسکتا، سعودیہ عربیہ کی ظالم وجابر یہود نواز وہابی حکومت اور ایران کی رافضی حکومت جب تک اپنے ملکوں میں وہابیائی اور رافضیائی غنڈہ گردی بند نہیں کرتیں تب تک یہ سوچنا کہ مسلکی تعصب ختم ہوجائے گا ممکن نہیں۔

دوسری بات یہ کہ جب روافض کی مسجدیں، درگاہیں، مدرسے الگ، فرقۂ وہابیہ اہل حدیث کی مسجدیں، مدرسے الگ، دیوبندیوں تبلیغیوں کی مسجدیں، مدرسے الگ، قادیانیوں کی عبادت گاہیں الگ، اہل سنت وجماعت کی مسجدیں، مدرسے الگ، جب سب کے مراکز الگ الگ ہیں تو پھر یہ کون لوگ ہیں جو دوسرے مسالک کی مسجدوں میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں، آخر یہ لوگ اپنی مسجدوں کی بجائے دوسرے مسلک کی مسجدوں میں کیوں جاتے ہیں جبکہ مسجدوں کے باہر گیٹ ہی پر لکھا ہوتا ہے کہ فلاں فلاں نہیں داخل ہوسکتے، امن پسندی کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اولاً دوسرے مسلک کی مسجدوں میں جاتے نہیں اور اگر غلطی سے گئے اور منع کردیا گیا تو شرافت سے واپس ہوجانا چاہئے لیکن یہ جانے والے نماز پڑھنے تو جاتے نہیں ان کا مقصد ہوتا ہے کہ اہل سنت کی مسجدوں میں نماز کے بہانے داخل ہوکر پھر سنی مسلمانوں کو ورغلائیں گے کہ آپ سب شرک اور بدعت میں گرفتار ہیں اور وہابی نجدی فکر اختیار کرکے اہل سنت کے صدیوں قدیم عقائد ومعمولات سے اپنا رشتہ توڑ لیں۔

آپ سوچو! ہندوستان میں نہیں عجم کے بیشتر علاقوں میں اسلام کی دعوت وتبلیغ کس نے کی، ظاہر ہے صدیوں پہلے نہ سعودیہ کی وہابی نجدی حکومت تھی، نہ پٹرول ڈالر کی کھنک، نہ دیوبند، نہ ندوہ، نہ تبلیغی جماعت، نہ مولوی مودودی کی جماعت، نہ جمعیت العلما لیکن مسلمان تھا، یہ وہی مسلمان تھے جو خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ نظام الدین اولیا، خواجہ حمید الدین ناگوری، خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری، مخدوم علاء الحق پنڈوی، مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، مخدوم شاہ محمد مینا لکھنوی، حضرت سید فضل اللہ کوڑا جہان آبادی، میر محمد کالپوی، سید دعوۃ الصغریٰ بلگرامی، میر عبد الواحد بلگرامی جیسے اہل اللہ اور بزرگوں کے ہاتھوں پر ایمان لائے اور انھیں حضرات کے دامن سے وابستہ رہے، یہی وہ قصور ہے اور یہی وہ جہالت وبدعت ہے (مذہب وہابیہ میں) جس کے سبب تبلیغی جماعت یا اس طرح کی دوسری جماعتیں اہل سنت کی مسجدوں میں داخل ہوکر تقویۃ الایمانی فتنے کی آگ بھڑکانا چاہتی ہیں جس کو برصغیر کا مسلمان برداشت نہیں کرتا اور ان کو اپنی مسجدوں سے نکال باہر کرتا ہے۔

کیا وہابی فرقہ اس بات کی اجازت دیگا کہ اہل سنت کے علما جماعتیوں اور وہابیوں کی مسجدوں میں تبلیغ کریں، نماز کے بعد کھڑے ہوکر سلام پڑھیں، میلاد شریف کے جلسے کریں اگر نہیں تو پھر اہل سنت اگر اپنی مسجدوں میں آنے سے روکتے ہیں تو تڑکنے بھڑکنے کی ضرورت نہیں۔

علمائے دین پر تنقید کرنے سے پہلے، اعظم خان، سلمان خورشید، شنہواز حسین، مختار عباس نقوی، نسیم الدین صدیقی، شفیق الرحمن برق، ابو عاصم اعظمی، نواب ملک ان سب کو متحد کیجئے، دیوبند کے مولانا ارشد مدنی، محمود مدنی، ندوہ کے سلمان ندوی، شاہی مسجد کے بخاری، فتح پوری مسجد کے مفتی مکرم کو ایک پلیٹ فارم پر لائیے۔

الیکشن آتے ہی یہ تمام مولوی جن میں سے ایک آدھ کو چھوڑ کر سب ایک ہی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان میں کا ہر فرد الگ الگ جھنڈوں اور بینروں کے

بقیہ ص ۱۲ / پر

کیا خطائے اجتہادی عیب ہے؟

از: مولانا محمد راحت خاں قادری*

روافض کے پروپیگنڈہ کا شکار ہوکر بعض سنی بھی یہ گمان کر بیٹھے کہ خاتونِ جنت شہزادیِ رسول حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت ضلالت و گمراہی اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین و تنقیص ہے۔اسی ضمن میں اس کے متعلق تحقیقی کلام اور اسلاف کرام کا موقف پیش کیا جاتا ہے۔

اجتہاد کا لغوی معنی

اجتہاد لغت کے اعتبار سے بمعنی ''طاقت''، ''مشقت'' سے ماخوذ ہے بعض لوگوں نے اس کے مفہوم میں مشقت و طاقت اٹھانے میں انتہا کو پہنچنا بھی بتایا ہے، ابوالفیض شیخ الاسلام سید مرتضی حسین زبیدی واسطی بلگرامی، مصری [م ۱۲۰۵ھ] فرماتے ہیں: ''الجهد بالفتح الطاقة، قال إبن الأثير وهو بالفتح المشقة، وقيل المبالغة و الغاية، وبالضم الوسع و الطاقة، الإجتهاد افتعال من الجهد و الطاقة، وفی التهذيب الجهد بلوغك غاية الأمر الذی لا يألو علی الجهد فيه'' ملخصا۔

[تاج العروس من جواہر القاموس، ج ۷ ر ص ۵۳۴ ر دار الهدایة]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ [م ۸۵۲ھ] شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: ''الاجتهاد بذل الجهد فی الطلب۔ یعنی کسی چیز کی طلب میں کوشش کرنا اجتہاد ہے۔''

[فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۳ ر ص ۲۹۹ ر دار المعرفة، بیروت، ۱۳۷۹]

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی [م ۷۹۳ھ] تحریر فرماتے ہیں: ''الإجتهاد وهو فی اللغة تحمل الجهد أی المشقة۔ یعنی اجتہاد کا معنی لغت میں کوشش کرنا یعنی مشقت کو اٹھانا ہے۔'' [شرح التلویح علی التوضیح، ج ۲ ر ص ۲۳۴ ر مکتبة صبیح، مصر]

اجتہاد کا اصطلاحی معنی

اسلام میں ایسے لوگوں کے لیے جو اپنی صلاحیتِ علمی میں ممتاز ہوں اور شرعی امور میں ایک خاص درجہ و مقام رکھتے ہیں انہیں مجتہد کہا جاتا ہے اور ان کو فیصلہ دینے اور ظاہر کرنے کا حق شریعت نے تسلیم کیا، جس کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ [م ۹۲۳ھ] تحریر فرماتے ہیں: ''والإجتهاد بذل الوسع للتوصل إلی معرفة الحكم الشرعی۔ یعنی حکم شرعی کی معرفت کے لیے اپنی قوت کو صرف کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔'' [ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ج ۱۰ ر ص ۳۲۷ ر المطبعة الكبری الأميرية، مصر]

مشہور مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی حنفی خلوتی [م ۱۱۲۷ھ] لکھتے ہیں: ''والإجتهاد بذل الفقيه الوسع ليحصل له ظن بحكم شرعی۔ یعنی اجتہاد فقیہ کا اپنی طاقت کو صرف کرنا تاکہ حکم شرعی کے ظن غالب کا حصول ہو جائے۔''

[تفسیر روح البیان، ج ۵ ر ص ۵۰۵ ر دار الفکر، بیروت]

اجتہاد کی تعریف میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ [م ۱۰۱۴ھ] فرماتے ہیں: ''الإجتهاد بذل الوسع فی طلب الأمر۔ یعنی کسی معاملہ کے حکم کی طلب میں اپنی قوت کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔'' [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۶ ر ص ۲۴۴۳ ر دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۲ھ]

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ [م ۸۵۲ھ] شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: ''اصطلاحا بذل الوسع للتوصل الی معرفة الحكم الشرعی۔ یعنی اصطلاح میں اجتہاد حکم شرعی کی معرفت کے حصول کے لیے طاقت کو صرف کرنے کا نام ہے۔'' [فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۳ ر ص ۲۹۹ ر دار

المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹]

علامہ بدرالدین عینی [م ۸۵۵ھ] ہدایہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: ''والإجتهاد بذل الوسع والمجهود۔ یعنی اجتہاد (حکمِ شرعی کے حصول کے لیے) طاقت وقوت کو صرف کرنے کا نام ہے۔'' [البنایۃ شرح الہدایۃ، ج ۱ ص ۱۲۱/ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ]

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی [م ۷۹۳ھ] تحریر فرماتے ہیں: ''وفي الإصطلاح استفراغ الفقيه الوسع لتحصيل ظن بحكم شرعي، وهذا هو المراد بقولهم: بذل المجهود لنيل المقصود۔ یعنی اصطلاح میں اجتہاد فقیہ کا حکم شرعی ظنی کے حصول میں کوشش کے لیے خود کو فارغ کر لینا ہے، یہی ان کے قول ''مقصود کے حصول کے لیے کوشش کو صرف کرنے'' سے مراد ہے۔''

[شرح التلویح علی التوضیح، ج ۲: ص ۲۳۴: مکتبۃ صبیح، مصر]

اسی میں ہے: ''والمخطئ في الإجتهاد لا يعاقب إلا أن يكون طريق الصواب بينا۔ یعنی اجتہاد میں خطا کرنے والے پر کوئی عقاب نہیں مگر جب کہ حق کا راستہ واضح ہو۔ [أیضاً]

مجتہد کی یہ شان ہے کہ جب اجتہاد کرتا ہے تو اگر وہ دلیل کے مخفی ہونے کے سبب درستگی و اصابت کو نہ بھی پہنچے تب بھی اس کو اجر وثواب ملتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اگر مجتہد اصابت و درستگی کو پہنچ جائے تو اُس کو دو اجر ملتے ہیں ایک اجر درستگی کو پہنچنے کا اور دوسرا اجر اجتہاد کا، مجتہد اگر درستگی کو نہ پہنچے بلکہ اُس سے خطا واقع ہو جائے پھر بھی اُس کو ایک اجر ملتا ہے یعنی اس کو اجتہاد کا ثواب ملتا ہے۔

مجتہد مخطی ہو یا مصیب وہ ماجور ہی ہوتا ہے، حدیث شریف میں ہے: ''عن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا حكم الحاكم فاجتهد ثم اصاب فله أجران وإذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله اجر۔ یعنی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب حاکم اجتہاد کر کے حکم کرے اور درستگی کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں، جب اجتہاد کر کے حکم کا فیصلہ کرے اور خطا کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ [صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۳۵۲: ج ۹: ۱۰۸، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ]

''أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الوالي إذا اجتهد فأصاب الحق فله أجران، وإذا اجتهد فأخطأ الحق فله أجر واحد۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حاکم جب اجتہاد میں درستگی کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

[فضائل الصحابۃ، ج ۱: ص ۱۸۰: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۳ء]

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی حنفی خلوتی [م ۱۱۲۷ھ] لکھتے ہیں: ''وهذا يدل على ان خطأ المجتهد لا يقدح في كونه مجتهدا۔ یعنی اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے مجتہد کا خطا کرنا اس کے مجتہد ہونے میں کوئی عیب نہیں ہے۔''

[تفسیر روح البیان، ج ۵: ص ۵۰۵: دار الفکر، بیروت، ۱۱۲۷ھ]

علامہ بدر الدین عینی [م ۸۵۵ھ] ہدایہ کی شرح میں فرماتے ہیں: ''ثم القضاء مشروع بالكتاب كما ذكرنا، وبالسنة لما روى أنه عليه أفضل الصلاة والسلام قال: إذا اجتهد الحاكم فأخطأ، فله أجر، وإن أصاب فله أجران۔ یعنی پھر قضا تو وہ مشروع ہے کتاب سے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور سنت سے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ: حاکم جب اجتہاد میں خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے اور اگر درستگی کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔''

[البنایۃ شرح الہدایۃ، کتاب أدب القاضی، شروط تولی القضاء، ج ۹: ص ۳]

علامہ زین الدین بن ابراہیم معروف بہ ابن نجیم حنفی مصری قدس سرہ [م ۹۷۰ھ] تحریر فرماتے ہیں: ''ومنه إسقاط الإثم عن المجتهدين في الخطأ۔ یعنی اور اسی میں سے ہے گناہ کا ساقط ہونا مجتہدین کی خطا سے۔'' [الأشباہ والنظائر، القاعدۃ الرابعۃ: المشقۃ تجلب التیسیر، ج ۱: ص ۶۹: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۹]

توضیح کی شرح میں علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی [م ۷۹۳ھ] تحریر فرماتے ہیں: ”فلأن العدالة لا تنافي الخطأ في الاجتهاد لا فسق فيه بل هو مأجور۔ یعنی تو بیشک عدالت خطائے اجتہادی کے منافی نہیں ہے کیوں کہ اس میں فسق نہیں ہے بلکہ اجر وثواب ہے۔“

[رح التلویح علی التوضیح، ج ۲:، ص ۹۸:، مکتبۂ صبیح، مصر]

اسی میں ہے: ”لأن أجر المخطئ إنما هو علی کده في الاجتهاد وامتثال الأمر۔ یعنی اس لیے کہ خطا کرنے والے کو اجر اس کی کوشش اور حکم کو بجالانے کی وجہ سے ملتا ہے۔“ [شرح التلویح علی التوضیح، ج ۲:، ص ۲۴۱:، مکتبۂ صبیح، مصر]

اسی میں ہے: ”ولا ینسب إلی الضلال بل یکون معذوراً ومأجوراً إذ لیس علیه إلا بذل الوسع، وقد فعل، فلم ینل الحق لخفاء دلیله۔ یعنی خطائے اجتہای کرنے والے مجتہدین کو ضلالت کی جانب منسوب نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ معذور ہوں گے اور اجر دیئے جائیں گے کیوں کہ ان کے ذمہ تو اپنی طاقت کا صرف کرنا اور کوشش کرنا تھا جو انھوں نے کیا لیکن دلیل کے مخفی ہونے کی وجہ سے درستگی کو نہیں پاسکے۔“

[شرح التلویح علی التوضیح، ج ۲:، ص ۲۴۲:، مکتبۂ صبیح، مصر]

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”المنار“ کی شرح میں ملا احمد جیون حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [م ۱۱۳۰ھ] تحریر فرماتے ہیں: ”المجتهد یخطئ و یصیب و الحق في موضع الخلاف واحد۔ یعنی مجتہد صحیح فیصلہ بھی کرتا ہے اور غلط بھی، اگرچہ موضع اختلاف میں حق ایک ہی کے ساتھ ہوگا۔“

[نور الانوار، مبحث الاجتہاد، ص ۲۵۱]

اسی میں یوں ہے: ”أنه اتی بما کلف به في ترتیب المقدمات و بذل جهده فیها فکان مصیبا فیه و ان أخطأ في آخر الأمر و عاقبة الحال فکان معذورا بل ما جورا لأن المخطی له أجر و المصیب له اجران۔ یعنی خطا کرنے والے مجتہد نے بھی ترتیب مقدمات وغیرہ امور میں اپنی ساری کوشش صرف کی اس میں حق بجانب رہا اب اگر نتیجہ غلط ظاہر ہوا تو نہ صرف یہ کہ اس کو معذور سمجھنا چاہیے بلکہ اس کی جدو جہد کا ثواب ملنا چاہیے اس لیے کہا گیا ہے کہ مجتہد مخطی کو ایک ثواب اور مصیب کو دوہرا۔“ [نور الانوار، مبحث الاجتہاد، ص ۲۵۱]

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ [م ۱۳۶۷ھ] تحریر فرماتے ہیں: ”خطائے اجتہادی، یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اِس میں اُس پر عند اللہ اصلاً مؤاخذہ نہیں۔“

[بہار شریعت، حصہ اوّل، ج ۱:، ص ۶۲:، فرید بک ڈپو، دہلی]

مذکورہ عبارات سے ثابت ہوا کہ اجتہاد کرنے والا مجتہد چاہے مصیب ہو یا مخطی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر پاتا ہے، جس فعل پر اجر ملے وہ محمود و مقبول ہی ہوگا مذموم و مقبوح نہیں ہو سکتا، معظم و مکرم شخصیات کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت توہین و تنقیص شمار نہیں کی جاسکتی اگر محض نسبت کرنا ہی توہین و تنقیص ہوتا تو معاذ اللہ خطائے اجتہادی کی نسبت کرنا انبیا و رُسل علیٰ نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام کی جانب کفر ہوتا کیوں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین و تنقیص کفر ہے۔

اسی طرح خطائے اجتہادی کی نسبت کو اگر توہین و تنقیص شمار کیا جائے تو اہلِ بیتِ اطہار اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی جانب اس کی نسبت گمراہی قرار پائے گی کیوں کہ اہلِ بیت اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی توہین و تنقیص گمراہی ہے اور ایسے گمراہ شخص کے کفر پر خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف نسبت اجتہاد کا حکم

محققین نے انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے اجتہاد کو جائز مانا ہے کیوں کہ اجتہاد ایک عظیم کارِ ثواب اور عمدہ صفت ہے جس سے مجتہدین کرام متصف ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے اجر پاتے ہیں۔ تفسیر خازن میں ہے: ”قال و یجوز الإجتهاد للأنبیاء لیدرکوا ثواب المجتهدین۔ یعنی علما نے فرمایا ہے کہ انبیائے کرام کے لیے اجتہاد جائز ہے، تاکہ وہ بھی مجتہدین کے ثواب کو پالیں۔“ [تفسیر الخازن، ج ۳:، ص ۲۳۳:، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ]

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی حنفی خلوتی [م ۱۱۲۷ھ] اس معاملہ میں اہل سنت و جماعت کے موقف کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’والإجتهاد بذل الفقيه الوسع ليحصل له ظن بحكم شرعي وهو جائز للأنبياء عند أهل السنة ليدركوا ثواب المجتهدين وليقتدي بهم غيرهم ولذا قال عليه السلام :[العلماء ورثة الأنبياء] فإنه يستلزم ان تكون درجة الإجتهاد ثابتة للأنبياء ليرث العلماء عنهم ذلك۔ یعنی اجتہاد فقیہ کا اپنی طاقت کو صرف کرنا تا کہ حکم شرعی کے ظن غالب کا حصول ہوجائے۔ اور یہ (اجتہاد) انبیائے کرام کے لیے جائز ہے اہل سنت و جماعت کے نزدیک تا کہ وہ اجتہاد کے ثواب کو پالیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ ان کی اقتدا کرسکیں، اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :[علما انبیائے کرام کے وارث ہیں] اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ درجۂ اجتہاد انبیائے کرام کے لیے ثابت ہے تا کہ علمائے کرام اس (اجتہاد) میں انبیائے کرام کے وارث ہوسکیں۔‘‘

[تفسیر روح البیان، ج ۵: ص ۵۰۵: دار الفکر، بیروت]

امام بغوی شافعی [م ۵۱۰ھ] فرماتے ہیں: ’’وقالوا يجوز الإجتهاد للأنبياء ليدركوا ثواب المجتهدين۔ یعنی اور علما نے کہا ہے کہ انبیائے کرام کے لیے اجتہاد جائز ہے، تا کہ وہ بھی مجتہدین کے ثواب کو پالیں۔‘‘ [تفسیر البغوی، ج ۳: ص ۲۹۹: دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ]

امام قرطبی [م ۶۷۱ھ] فرماتے ہیں: ’’و الصحيح أن الأنبياء يجوز منهم الإجتهاد۔ یعنی اور صحیح قول یہ ہے کہ انبیائے کرام کا اجتہاد جائز ہے۔‘‘

[تفسیر القرطبی، ج ۶: ص ۴۳۰: دار الکتب المصریۃ، القاہرہ، ۱۳۸۴ھ]

اسی میں ہے: ’’السادسة واختلف العلماء في جواز الاجتهاد على الأنبياء فمنعه قوم، و جوزه المحققون۔ یعنی چھٹا مسئلہ: انبیائے کرام کے لیے اجتہاد کے جواز میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، ایک جماعت نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے جب کہ محققین نے اس کو جائز فرمایا ہے۔‘‘

[تفسیر القرطبی، ج ۱۱: ص ۳۰۹: دار الکتب المصریۃ، القاہرہ، ۱۳۸۴ھ]

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی مصری حنفی [م ۱۰۶۹ھ] تحریر فرماتے ہیں: ’’و في قوله لم ينصب الخ إشارة إلى جواز إجتهاد الأنبياء عليهم الصلاة والسلام۔ یعنی اور ان کے قول ’لم ينصب الخ‘‘ میں انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اجتہاد کے جائز ہونے کی جانب اشارہ ہے۔‘‘

[حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی، ج ۴: ص ۶۴: دار صادر، بیروت]

.........جاری

ص ۴۳ / کا بقیہ.........

مملکت اسلامی کا مثالی حکمراں فاتحانہ شان کے ساتھ خاکِ بقیع میں آسودہ ہے، بقیع پاک کا ذرہ ذرہ آپ کی جلالت وشان کا شاہد ہے۔

اللہ کریم! ترکوں کو سلامت رکھے، متاعِ عشق کے ان پہرہ داروں نے نسبتوں کی حفاظت کی، ہر مقدس مقام پر عشق کے نشاں نصب کیے، روضۂ حضرت عثمانِ غنی بھی پر شکوہ گنبد میں قائم تھا جسے حامیانِ یہود ونصاریٰ کی سازشوں نے زمیں بوس کردیا اور آج ہم اپنی ہی روشن تاریخ کے نشاں بے نشاں ہوتے دیکھ کر آنسوؤں کی سوغات نذر کرتے ہیں، بقیع پاک ہماری تاریخ کا نقش جمیل ہے جہاں سے اسلام کا عظیم کارواں سارے عالم میں فروکش ہوا، نیل کے ساحل سے تا بہ خاک کاشغر اسلام کا چمنستاں انھیں اولین گروہِ مقدس کے فیض سے ایماں کی حلاوت سے شاد کام ہوا، اور مشرقین ومغربین بھی مصطفیٰ جانِ رحمت پہ ’’لاکھوں سلام‘‘ بھیج کر اسلام کی عظمتوں کے ترانے الاپ رہے ہیں، عثمانی فتوحات کے علَم ایماں کی ہر منزل پر لہرا رہے ہیں، جس سے فکر ونظر کو تازگی مل رہی ہے اور چمن اسلام بادِ صرصر کے تیز وتند جھونکوں میں بھی ہرا بھرا ہے۔

◆◆◆

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

از: ڈاکٹر مفتی محمد ساجد احمد*

فتنوں کا ظہور اور اہل حق کا جہاد

ہر دور میں اسلام اور تقدسات اسلام کو طرح طرح کے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا ہے، تاریخ کے اوراق بہ بانگ دہل یہ اعلان کر رہے ہیں، اہل حق پر ہوئے ظلم وستم کی برہنہ تصویر دیکھنی ہے تو میرے دامن میں پناہ لو! میں تمہیں ایک سے بڑھ کر ایک کی تفصیلی تاریخ بتاؤں گی، ہر دور میں فتنوں نے جنم لیا ہے لیکن اہل حق نے جہاد سے کبھی منہ نہیں موڑا، اس جہاد کی نوعیت خواہ کوئی بھی رہی ہو، انبیائے سابقین سے لے امت محمدیہ کے وفادار علماء تک کوئی بھی ایسا نہ ملے گا جو فتنوں سے اتفاق رکھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں فرعون کا فتنہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں نمرود، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن عصمت کو داغ دار کرنے کا فتنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے دور نزول اجلال میں بے شمار و لاتعداد فتنوں کا ظہور ہوا اور ہر فتنہ کا سد باب آپ نے فرمایا، چاہے کہ وہ بت پرستی کا فتنہ ہو، یا نو پید بچیوں کے قتل وغارت گری کا فتنہ ہو یا یہ کہ عورتوں کو منحوس سمجھے جانے کا، انسانی وقعت کے تحفظات کا خطرہ ہو یا کہ عظمت نسواں کو تار تار کرنے کا، تعدد الٰہ کا تصور ہو یا کہ عصبیت و اونچ نیچ کا فتنہ، ہر طرح کے چیلنج کا جواب آپ ﷺ نے کھل کر دیا اور جواب بھی ایسا دیا کہ اسی جواب پر آخری مہر لگ گئی کہ اب اس سے بہتر جواب ہو ہی نہیں سکتا، آخری نبی حضور نبی مکرم ﷺ کی امت کی خاصیت بن گئی کہ زمانہ کیسے ہی رنگ بدلے ہر محاذ پر دین کی حفاظت، معمولات اور عزت وعصمت کا تحفظ کرنا ہمارے ایمان کا جزء لاینفک رہا ہے، صحابۂ کرام سے لے کر تادم تحریر اہل حق کے جہاد کا مختصر تاریخی جائزہ پیش خدمت ہے۔

جب ابو علی جبائی نے اسلام کے بنیادی نقطہ نظر کو چیلنج کیا اور ایک نئے عقیدہ ''پرہیز گار کو جنت، گناہ گار کو دوزخ اور جو دونوں نہ ہو اس کو جنت و دوزخ دونوں میں نہ رکھنا اللہ تعالیٰ پر لازم ہے۔'' کی بنیاد رکھی، اس وقت امام اشعری نے اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ جبائی آپ کا استاذ ہے بھرپور مخالفت کی اور اسلام کے صحیح نظریہ کی تائید وتشہیر فرمائی، یہیں سے ''اہل سنت'' کا لاحقہ اہل اسلام کے ساتھ شروع ہوا، زمانہ کروٹیں بدلتا رہا، حالات کی تبدیلیاں ہوتی رہیں، چنوتیوں کے رنگ وروپ بدلتے رہے ایک زمانہ امام احمد بن حنبل کا آیا، حکومت کے بل بوتے، طاقت کے زور پر، قوت کے دباؤ سے بہتوں کی زبانیں بند کرائی گئیں، بہتوں سے تائید وتوثیق حاصل کی گئی لیکن جب ''خلق قرآن'' کا مسئلہ امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا تو نہ ماقبل کے لوگوں کی طرح تائید کی اور نہ سکوت اختیار کیا بلکہ اپنی خداداد صلاحیت کو بروئے کار لا کر اسلام کی صحیح ترجمانی کی، بے خوف وخطر، حکومت کے لاؤ لشکر سے بے پرواہ ہو کر احقاق حق اور ابطال باطل کا مجاہدانہ کردار ادا کیا، جس کی پاداش میں آپ کو کتنے کوڑے کھانے پڑے، حکومتی کارندے اصرار پر اصرار کر رہے تھے کہ اگر آپ میرے منشا کے مطابق اپنا جواب کر لیں تو یہ مصیبت رفع ہو جائے گی لیکن دین کے اس عظیم محافظ نے کوڑے تو کھا لیے لیکن اسلام کی اشاعت وصحیح شبیہ کی تشہیر وتوضیح کو آنچ نہ آنے دیا، اسی طرح سے امام بخاری وامام مسلم نے بھی مجاہدانہ کردار ادا کیا، ۱۸۵۷ء میں علامہ فضل حق خیر آبادی نے جب فتوئے جہاد صادر فرمایا اس وقت آپ پر کتنے ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑے گئے، تاریخ کی آنکھوں لہولہان سطور کے ذریعہ آگ برساتی حکومتی کارکردگی کو دیکھا جا سکتا ہے، اس پر حد

تو اس وقت ہوگئی جب خاندان شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے چشم و چراغ بھی علامہ موصوف کے باغی ہوگئے، اصحاب جبہ ودستار، ساکنان ممبر ومحراب، قائلین قال اللہ وقال الرسول، درس وتدریس کے شیوخ بھی آپ کی مخالفت میں اتر آئے اور فتوئ جہاد کی سخت ترین مخالفت کی، اس مخالفت پر ان کو انعام واکرام دعوت، پارٹی شارٹی، نذرانہ وشکرانہ سے خوب خوب نوازا گیا۔

علامہ موصوف کے خلاف کتابیں لکھوائیں گئیں، علامہ کے معمولات ونظریات کی مخالفت میں جلسے جلوس، خطبات و تقاریر، کتب ورسائل کی بھرمار کردی گئی لیکن وہ مرد آہن صرف ایک چیز جانتا تھا اور وہ یہ تھی کہ ''اسلام کی عظمت پر اگر آنچ آئی یا نظام اسلام سے کسی بدبخت نے کھیلنے کی کوشش کی فضل حق کا قلم قہر بن کر ٹوٹے گا'' عدالتوں میں مقدمات چلائے گئے، وکلا نے آپ کو پیش کش کی ''آپ صرف ایک بار کہہ دیں کہ فتوئ میں نے نہیں صادر کیا ہے'' بس بچانا میرا کام ہے، یہی بات عدالت میں پیشی کے وقت جب آپ کٹ گھرے میں تھے، دہرائی گئی اس وقت بھی اسلام کا یہ شیر نر دہاڑتے ہوئے باطل پرستوں کے حوصلہ پر قہر بن کر ٹوٹ پڑا کہ ''فتوئ فضل حق نے ہی صادر کیا ہے، ان سفید چمڑی ملک وملت کے دشمنوں سے جہاد فرض'' جس کی پاداش میں آپ کو کالا پانی کی سزا ہوئی اور وہاں کی مسموم فضاؤں نے آپ کے طبع ناز کو بہت نقصان پہنچایا حتی کہ آخری سانس بھی اسی کالا پانی میں لی اور واصل الی الحق ہوئے۔

یہ دور بھی دور خیر آبادی سے کچھ مختلف نہیں معلوم ہوتا ہے، وہاں پر چیلنج اسلام وکفر کے ساتھ نام نہاد جبہ ودستار کے حاملین مولویوں سے تھا، یہاں بھی چیلنج اسلام کے ساتھ کفر کا تو ہے ہی ساتھ ہی ساتھ قادیانیت، رافضیت وشیعیت و دیگر مذاہب باطلہ، حق اور اہلیان حق کی مخالفت میں بہ ارادۂ فاسد طرح طرح کے حربے آزمائے جارہے ہیں، لیکن ہر دور کی طرح اس دور میں بھی ایسے افراد ہیں جو امام اشعری کی نیابت کا فریضہ انجام دینا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، جن کو امام احمد بن حنبل کی تاریخ زندگی سے ایک حوصلہ ملتا ہے، علامہ فضل حق خیر آبادی کے کردار سے اظہار حق واحقاق حق میں جرأت و بہادری کو ایک نئی سمت ملتی ہے، اہل سنت خوش قسمت ہیں کہ اللہ رب العزت نے ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب مدظلہ العالی کو آپ کے ایمان کی حفاظت کا علم بردار بنایا اور یہ حوصلہ بخشا کہ اہل باطل جتنا جی چاہے جو کچھ بھی کرلیں ہم کہیں گے وہی جو حق ہے، ہم ترجمانی مذہب صحیحہ کی ہی کریں گے، اگر کوئی مولیٰ علی کی عظمت پر انگلی اٹھائے گا تو بھی خیر نہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کردار کشی کی کوشش کرے گا تو اس کی بھی شامت آنی ہے، نہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صداقت پر آنچ آنے دیں گے نہ ہی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت کو پامال ہونے دیں گے۔

ہمارا وجود ہی اسی لیے ہوا ہے کہ ہم اپنے اکابرین کی عزت وعظمت کا تحفظ کریں، دین کی حفاظت کریں، اللہ عمر دراز عطا فرمائے جلالی صاحب کو جنہوں نے رافضیت و شیعیت کی انیٹ سے اینٹ بجا دی، غیر مقلدین ودیابنہ اور ملحدین کا ناطقہ بند کردیا، فکر رضا کی ترجمانی کے لیے اپنی زندگی وقف کردی اور ''سر بکف تیار ہیں ہم'' کا نعرہ اپنے ذہن وفکر پر منقش رکھا، ہر میدان کو ایک نئی جہت عطا کی مثلاً ''خطابت'' روایتی انداز انداز سے ہٹ کر علمی وتحقیقی بیان کو نشاۃ ثانیہ بخشی، طرز تحریر، جس دور میں چھوٹے چھوٹے عنوانات پر اپنی صلاحیت وعلمی کاٹھ دکھانے والے بلا ضرورت کئی کئی سو صفحات کو کالا کرجاتے تھے۔

وہیں پر آپ نے بہت ہی اہم اہم موضوعات پر اپنے تحقیق بیانات کو ہی کتابچہ کی شکل دے کر عوام کے درمیان نہایت ہی مختصر تعداد صفحات میں پیش کیا، جلالی صاحب کے خطاب میں نہایت ہی سنجیدگی اور دلائل کی کثرت ہوتی ہے جو بھی موقف اختیار کرتے ہیں وہ بزرگوں کی کتابوں سے ہی ماخوذ ہوتے ہیں، اسی کی تائید میں دلائل کی کثرت سے مسئلہ کی نوعیت کو پیش کرتے ہیں، استحضار اتنا معیاری ہے کہ ماشاء اللہ صبح

فتنہ اٹھتا ہے اور شام کو ہی اس عنوان پر ایک طویل بحث پر مشتمل مدلل گفتگو کا اعلان کر دیتے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے بعض دفعہ تو ۲۴ر گھنٹہ ہی میں اٹھنے والے فتنے کو کچلنے میں کامیاب ہوتے ہیں، دوراندیشی بھی کیا خوب ہے، اللہ نظر بد اور حاسدوں کی حسد سے بچائے۔

ابھی حالیہ معاملات پر رافضیوں نے جگر گوشۂ رسول، ملکہ جنت، حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آڑ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر پر طعن وتشنیع کا ارادۂ فاسد کرنا چاہا، اس پر اس مرد آہن نے خوب سے خوب تر دلائل کی روشنی میں مریدان باطلہ کا رد بلیغ فرماتے ہوئے مسئلہ باغ فدک پر نہایت ہی شاندار گفتگو فرمائی، ہاں یہ اور بات ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ''جب فدک مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں'' کا استعمال فرمایا جو کہ موقع ومحل کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ خلاف انسب تھا بس لیکن کیا تھا ایرانی روپیوں کے پلے ہوئے رافضیوں اور شیعوں نے اور کچھ اہل سنت کے بھی علما ان کے دام فریب میں آکر ہوش وحواس کھو بیٹھے اور بلا وجہ سر پر آسمان اٹھا لیا اور دھڑاک سے گستاخی کا لیبل چسپاں کر دیا لیکن جب شیر نر نے دہاڑ لگائی کہ گستاخی کا فتویٰ لگانے والے مفتیان کرام سامنے آئیں تو مباہلے کی دعوت دینے والے بھی گھر کے برآمدے سے ہی غائب ہوگئے گویا کہ گدھے کی سینگ ہی نہ تھی، اللہ تعالیٰ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم ''تحریک تحفظ عقائد'' اپنی پوری ٹیم کے ساتھ آپ کی تائید وتوثیق اور حمایت کرتے ہیں اور علمائے پاکستان اور رافضیت زدہ ٹٹوں کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ ''کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا'' اگر شریعت اسلامیہ کی روشنی میں کوئی خطا کسی سے سرزد ہوجائے تو بالکل اصول کی روشنی میں مواخذہ کریں لیکن کسی کی عظمت کا آڑ لے کر کسی کی عظمت سے کھیلنے والوں کے ہم راہ نہ بنیں گے۔

◆◆◆

ص ۵۰ / کا بقیہ.....................

ہے اور اس کے کفر پر سب کا اجماع ہے اور اس اجماع میں کسی کا خلاف خلل انداز نہیں بلکہ مخالف کا قول رد ہے اور جو فتوی بعض فقہائے عراق کی طرف منسوب ہوا وہ غیر ثابت ہے اور بر تقدیر ثبوت وہ رد اجماع میں موثر نہیں بلکہ خود نا معتبر ہے اور یہ کہ بہت ائمہ مالکیہ، حنابلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ زندیق کے مثل ہے، لہٰذا اس کی توبہ معروف ومقبول نہیں اور ابو یعلی نے کیسی صاف تصریح کی کہ ہم نے اس کے کافر ہونے کا حکم باعتبار ظاہر کے لگایا اگرچہ باعتبار باطن کے وہ مسلمان ہو تو مضمون نگار نے ظاہر لفظ میں جو قصد کی شرط لگائی اور بارہا یہ دہرایا کہ نیت گستاخی کی نہیں ایک بار پھر رد ہو گیا اور اس کا رد بارہا گزرا اور خود مضمون نگار کے گزشتہ اقراروں نے اس کو رد کیا اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دشنام دہندہ کے بارے میں حضرت ابن عباس کا فتویٰ، جس کا مفاد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو دشنام دینا ردّت ہے جس کی سزا قتل ہے جب کہ قائل رجوع نہ کرے اور رجوع کی صورت میں اس کی توبہ مقبول ہے اور اس سے قتل منتفی ہے یہی ہمارے ائمہ حنفیہ کا مذہب معتمد ہے۔

درمختار میں ہے: والكافر بسب نبي من الانبياء فإنه يقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا، ولو سب الله تعالى قبلت لأنه حق الله تعالى، والأول حق عبد لا يزول بالتوبة، ومن شك في عذابه و كفره كفر، وتمامه في الدرر في فصول الجزية معزيا للبزازية، وكذا لو أبغضه بالقلب فتح وأشباه: لو لوحظ قول أبي هاشم وإمام الحرمين باحتمال العهد فلا كفر، وهو اللائق بمذهبنا لتصريحهم بالميل إلى مالا يكفر. وفيها: من نقص مقام الرسالة بقوله بأن سبه صلى الله عليه وسلم أو بفعله بأن بغضه بقلبه قتل حدا كما مر التصريح به، ومفاده قبول التوبة كما لا يخفى، زاد المصنف في شرحه:

........جاری

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

تدبرِ عثمانی نے شوکتِ اسلام کا پھریرا بلند چوٹیوں پر لہرایا

اللہ کریم نے اپنے عظیم پیغمبر محبوبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حرم کی وادیوں میں جلوہ گر فرمایا، نبی آخرالزماں کے وجودِ پاک سے کعبے کو زینت بخشی، حکمت الٰہیہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴۰ رسال عملی زندگی کا نمونہ پیش کیا؛ پھر اعلانِ نبوت فرمایا۔ دلوں کی دُنیا میں صالح انقلاب برپا کیا۔ انسانیت کی فراموش کردہ قدروں کو اُجاگر کیا۔ دہشت گردی کا خاتمہ کیا۔ عصبیت دور کر کے اُلفت و محبت کا ماحول عطا فرمایا۔ بے مثل پیغمبرانہ اختیارات کے ذریعے انقلاب برپا کیا۔ وہ جو بے راہ تھے ہادی و رہنما بن گئے۔ رہزن؛ رہبر بنے۔ جور وستم کی آندھیاں تھم گئیں۔ آدمیت کا بول بالا ہوا۔ انقلابِ حیات بخش کے جھونکوں نے مُرجھائی کلیوں کو کِھلا دیا۔

نگاہِ نبوت کا فیضان

نبوی عطا و نوازش سے فیض یاب ہونے والا مقدس گروہ ''صحابی'' کے عظیم لقب سے معنون ہوا۔ جن کی عظمتوں کا اندازا ہماری ناقص عقلیں نہیں لگا سکتیں۔ کسی ذات کو صداقت ملی۔ کسی نے عدل وانصاف میں داد پائی۔ کسی کو سخاوت عطا ہوئی۔ کسی کو شجاعت میں بے مثل منصب ملا، نگاہِ نبوت کے فیض نے ایسا نوازا کہ صحابہ کی مقدس جماعت کی پیروی نجات و پختگی ایمان کی علامت ٹھہری۔ اسی مقدس گروہ میں خلیفۂ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسمِ گرامی نمایاں ہے، آپ کی اسلام کے لیے قربانیاں ہمہ جہت و منفرد المثال ہیں۔

قافلہ سالارِ ہجرت

اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلِ رواں کے آگے جب کفارِ قریش سدِ سکندری قائم نہ کر سکے تو مسلمانوں کے دُشمن ہو گئے، خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آزار پہنچانے کی کوششیں کیں، عظمتوں کو جھٹلانے کے لیے ہمسری کے دعوے دار ہوئے، علم غیب نبوی کے منکر ہو کر اپنے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر لی، اصحابِ رسول کو طرح طرح سے اذیتیں پہنچائیں، ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، اللہ کی یکتائی کے اقرار نے ان کے کفر کو لرزا براندام کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جور وستم کے پیشِ نظر اسلام کی اولین ہجرت جانب حبشہ عمل میں آئی۔ نبوی حکم کی پاس داری میں جو اولین گروہِ مقدس عازم حبشہ ہوا اس کے قافلہ سالار کا نام ''حضرت سیدنا عثمان غنیؓ'' ہے، اس ہجرت میں آپ کے ہمراہ آپ کی زوجہ بنتِ رسول بھی تھیں، تاج دارِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انھما اول بیت ھاجر فی سبیل اللہ بعد ابراھیم ولوط علیھما السلام۔ یعنی حضرات ابراہیم ولوط علیہما السلام کے بعد یہ پہلا گھرانہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔''

اللہ کریم نے یہ فضل بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا کہ آپ نے بعد کو مکہ معظّمہ تشریف لانے کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کا بھی شرف حاصل کیا، جس کے باعث آپ کو ''صاحب الہجرتین'' یعنی دو ہجرت والے بھی کہا جاتا ہے، یہ سعادت ہی ہے جو آپ کو بارگاہِ رسالت کے فیض سے عطا ہوئی، جس سے آپ کے منصب و رُتبے میں اور ترقی ہوئی۔

ذوالنورین

سبحان اللہ! دونور والے، آپ کی عظمتوں کا یہ عالم کہ رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحب زادیاں حضرت رقیہ وحضرت ام کلثوم کو آپ کی زوجیت میں عنایت فرمایا، اعلیٰ حضرت اسی

طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

ایثار کی جلوہ آرائیاں

ایثار مقصودِ مومن ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی بھی ایثار ہے، صحابہ کے ہر ہر عمل میں ایثار کا جلوہ مستور ہے، ان کی زندگی سراپا ایثار، ان کی ادائیں ایثار کی رازداں، محبتوں کی دہلیز پر ایثار کے اَن گنت چراغ روشن کر کے حضرات صحابہ نے اگلوں کی تربیت کا ساماں کیا، شاہراہِ حیات کو منور کر دیا، یقیں کے روشن مینار تعمیر کیے، جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو مرتبہ جنت خریدی، ایک مرتبہ ''بیر رومہ'' یہودیوں سے خرید کر مسلمانوں کے پانی پینے کے لیے وقف کر کے اور دوسری بار ''جیش عسرت'' کے موقع پر، حضرت سیدنا عبدالرحمٰن ابن حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر تھا اور حضور اکرم نور مجسم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم؛ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو جیش عسرت (یعنی غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے ترغیب) ارشاد فرما رہے تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُٹھ کر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پالان اور دیگر متعلقہ سامان سمیت سو اونٹ میرے ذمے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ترغیب فرمایا تو حضرت سیدنا عثمان غنی دوبارہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام سامان سمیت دو سو اونٹ حاضر کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے پھر ترغیباً فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مع سامان تین سو (اونٹ) اپنے ذمہ قبول کرتا ہوں، راوی فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ حضور انور ﷺ نے یہ سن کر منبر منور سے نیچے تشریف لا کر دو مرتبہ فرمایا: آج سے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو کچھ کرے اس پر مواخذہ (پوچھ گچھ) نہیں، شارحین نے فرمایا یہ تو ان کا اعلان تھا مگر حاضر کرنے کے وقت نو سو پچاس اونٹ، پچاس گھوڑے اور ایک ہزار اشرفیاں پیش کیں، پھر بعد میں دس ہزار اشرفیاں اور پیش کیں۔''

(مراۃ المناجیح ۸/۹۵ ۳/عشرۂ مبشرہ، ص ۴۳)

مثالی نظامِ مملکت

حضرت سیدنا فاروق اعظم کے بعد مملکت اسلامیہ جس کی سرحدیں بڑے کرۂ ارضی کا احاطہ کرتی تھیں؛ کے خلیفہ بنائے گئے۔ آپ کی ذات پر سبھی صحابہ و اہلِ بیت نے اتفاق کیا۔ آپ نے نبوی منہج کے مطابق مملکت اسلامیہ کے نظام کو سنبھالا، دیانت و انصاف کو تقویت پہنچائی۔ غریبوں کی داد رَسی کی، اشاعت دین کے مبارک سلسلے کو آگے بڑھایا۔ اپنی دعوت کا میدان منکرین تک وسیع کیا، خود نہ تھے جو راہ پر وہ ہادی بن گئے، مسیحائی ایسی کہ مُردہ دل جی اُٹھے، ایمان کی حرارت سے باطن روشن ہوا۔ آپ نے مملکتِ اسلامیہ کی توسیع بھی کی، افریقہ، طرابلس، سابور، قبرص، نیشاپور، طوس جیسے علاقوں میں اللہ و رسول کی عظمت و شان کے پھریرے لہرائے، دیانت وانصاف، رعیت کی فریادرَسی وخدمت کا بے مثل کارنامہ انجام دیا جس کی مثال آج کی مملکتیں پیش کرنے سے قاصر ہیں، امن و امان کو راہ دی، خوف و دہشت کا خاتمہ اسلامی امن واخوت کے قیام سے فرمایا۔

۱۸/ ذی الحج ۳۵/ ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے، اعلیٰ حضرت نے بہت خوب فرمایا۔

یعنی عثماں غنی صاحب قمیص ہدیٰ
حلہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام

رب کریم کا خاص کرم ہوا، ارض حرمین کی دوبار حاضری نصیب ہوئی، مدینہ منورہ کی فضاؤں میں جو لمحے گزرے تقریباً ہر روز ''جوارِ عثماں'' میں حاضری ہوئی، اللہ اکبر! بقیہ ص ۳۸/ پر

امارات اسرائیل معاہدہ!
حقائق کے آئینے میں

از: غلام مصطفی نعیمی*

کبھی عربوں کے لیے اچھوت رہا اسرائیل اب ان کا تجارتی شراکت دار اور حلیف بنتا جا رہا ہے۔ حال ہی میں متحدہ عرب امارات نے اسرائیل سے *"امن معاہدہ"* کرکے یہ ثابت کردیا کہ ان کے لیے مظلوم فلسطینی نہیں، تجارتی مفاد زیادہ عزیز ہیں۔ اس معاہدے کے تحت یہ طے کیا گیا ہے کہ اسرائیل فلسطینی علاقوں پر اپنی ناجائز بستیوں کا تعمیراتی منصوبہ ترک کردے گا۔ حالانکہ اسرائیلی وزیر اعظم بنیامین نیتنیاہو (Benjamin Netanyahu) نے کہا ہے کہ:

"انہوں نے فی الحال ویسٹ بینک (غرب اردن) پر قبضے کے منصوبے کو مؤخر کردیا ہے لیکن اس منصوبے سے جڑے دستاویز میری میز پر رکھے رہیں گے۔"

اس بیان کے ذریعے اسرائیل نے صاف کردیا ہے کہ وہ اپنی جارحیت سے وقت طور پر رکا ہے باز نہیں آیا، ابھی تو عربوں کو جھانسہ دینے کے لیے وقتی طور پر اپنے منصوبے کو مؤخر کیا ہے لیکن موقع دیکھتے ہی پھر سے شروع کردیا جائے گا۔

1967 کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد اسرائیل نے فلسطین کے غرب اردن (West Bank) پر قبضہ کرلیا تھا۔ انہیں زمینوں پر اسرائیل غیر قانونی طریقے پر اپنی بستیاں تعمیر کر رہا ہے۔ اب تک تقریباً 140 یہودی بستیاں تعمیر ہو چکی ہیں جن میں قریب 6 لاکھ یہودی آباد ہیں۔

اسرائیلی بستیاں فلسطین کے بیچوں بیچ جگہ جگہ آباد ہیں۔ ہر دو فلسطینی بستیوں کے بیچ یہودی بستی آباد ہے۔ اسرائیلی فوج ان بستیوں کی حفاظت پر مامور رہتی ہے۔ عام فلسطینی ان علاقوں میں داخل بھی نہیں ہو سکتے اس طرح سے فلسطینی اپنے ہی علاقوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے سے مجبور رہتے ہیں اور قید و بند جیسی زندگی گزارتے ہیں۔ بین الاقوامی قانون کے مطابق یہ بستیاں غیر قانونی ہیں، اقوام متحدہ سمیت تمام ممالک انہیں غیر قانونی مانتے ہیں لیکن یہ محض دکھاوا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اس سازش میں پوری مغربی دنیا شامل ہے۔ بغیر ان کی شہ کے اسرائیل ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکتا۔ ایسا نہیں ہوتا تو اب تک اسرائیل کے خلاف کوئی کاروائی کی جاتی لیکن اسرائیل کے خلاف صرف مذمتی قرارداد پیش کرکے پلّہ جھاڑ لیا جاتا ہے اور عیش پرست عرب حکمران اسی سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق غرب اردن میں آباد یہودی بستیوں میں شرح پیدائش فلسطینیوں سے دوگنا ہے، عام فلسطینی عورتوں میں شرح پیدائش 3.2 ہے جبکہ یہودی آبادی میں یہ شرح 7.59 تک پہنچ جاتی ہے۔ اس رپورٹ سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایک منصوبے کے تحت شرح پیدائش بڑھائی جا رہی ہے تاکہ یہودی آبادی فلسطینیوں کے برابر کی جا سکے۔

امارات۔اسرائیل معاہدے کی خاص بات یہ ہے کہ معاہدہ ہوا تو فلسطین کے نام پر ہے لیکن فلسطینی اتھارٹی کو سرے سے بات چیت میں شامل تک نہیں کیا گیا۔ اس معاہدے کو فلسطینی اتھارٹی نے "پیٹھ میں خنجر مارنا" قرار دیا ہے۔ فلسطین کے سینئر افسر حنان اشراوی نے کہا ہے کہ متحدہ عرب امارات اسرائیل کے ساتھ اپنے خفیہ تجارتی تعلقات کو لیکر اب کھل کر سامنے آگیا ہے۔

یہ معاہدہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی ایما پر ہوا ہے۔ حالانکہ پہلے ہی امارات کے اسرائیل سے خفیہ مراسم قائم تھے لیکن اب ٹرمپ کے اشارے پر حیا کا رسمی پردہ بھی اٹھا دیا گیا۔ ٹرمپ نے ہی سب سے پہلے اس معاہدے کا اعلان اپنے ٹویٹر

اکاؤنٹ پر کیا تا کہ اس کے ذریعے ان کی گرتی ہوئی شبیہ کو سنبھالا مل سکے اور صدارتی انتخاب میں اس کا فائدہ اٹھایا جا سکے۔اس معاہدے سے فلسطینی کا ز کو رتّی بھر بھی فائدہ نہیں ملے گا ہاں اس معاہدے سے امارات کو تجارتی، سائنسی اور دفاعی امور میں فوائد ملنے کے امکان ہیں جبکہ اسرائیل کو امارات کے روپ میں ایک بڑی منڈی ہاتھ آئے گی جہاں وہ اپنے ہتھیار، جاسوسی آلات اور دیگر تجارتی ساز وسامان فروخت کر سکے گا۔ معاہدے کے بعد اسرائیل کو امید ہے کہ دیگر مسلم مما لک بھی اسے تسلیم کریں گے۔مصر اور اردن جیسے مسلم ملکوں نے اس معاہدے کا خیر مقدم کیا ہے جب کہ ترکی، ایران اور پاکستان جیسے مما لک نے اس معاہدے کو منافقت اور فلسطین کے ساتھ غداری قرار دیا ہے۔

اس معاہدے کا ایک زاویہ نظر یہ بھی ہے کہ عرب حکمران اب یہ مان چکے ہیں کہ اسرائیل کا وجود ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے جسے جھٹلانا خود فریبی کے سوا کچھ نہیں! نہ ہی عربوں کے پاس اتنی طاقت ہے کہ بزور بازو اسرائیل کی گردن پکڑ سکیں! اس لیے اب ان کے دماغوں میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ چکی ہے کہ ایک طاقت ور ملک سے دشمنی کرنے سے بہتر دوستی کرنا ہے، دشمنی میں خسارہ ہی خسارہ ہے جبکہ دوستی میں کثیر فوائد ہیں۔ اس لیے ماضی کی شرم ناک شکست کے باوجود انہیں اسرائیل سے کوئی دقت محسوس نہیں ہو رہی ہے۔

عرصہ دراز سے مغربی لابی نے عرب حکمرانوں کے دل ودماغ میں ایران کا خوف بٹھا رکھا ہے جبکہ پچھلے کچھ وقت سے انہوں نے ترکی کو عرب قیادت کے لیے خطرہ بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ایک طرف مغربی طاقتیں عرب حکمرانوں کو ترکی وایران سے خوف زدہ کرتی ہیں اور بچاؤ کے نام پر مغرب اور اسرائیل سے دوستی کرنے کا آفر دیتی ہیں تا کہ عرب تکنیکی اور دفاعی امور میں مضبوط ہو سکیں۔اسی ہوّے کے خوف سے عرب حکمران اسرائیل سے خفیہ تعلقات نبھاتے آئے ہیں لیکن اب انہوں نے سب کچھ کھلے بندوں کرنے کی ٹھان لی ہے۔

امارات سے پہلے مصر اور اُردن اسرائیل کو تسلیم کر چکے ہیں، امارات کے بعد بحرین، مراکش اور قطر بھی جلد ہی اسرائیل کو علانیہ تسلیم کر سکتے ہیں۔

عرب حکمرانوں کی اسرائیل نوازی کے پیچھے اسرائیل کا تکنیکی اور دفاعی امور میں مضبوط ہونا مانا جاتا ہے۔اسی لیے عرب حکمران اسرائیل سے تعلقات جوڑنا چاہتے ہیں۔تکنیکی مہارت کے حصول اور ملکی حفاظت کے لیے ایسے معاہدات کسی بھی ملک کی اولین ترجیح ہونا چاہیے لیکن ان حکمرانوں کو شرم آنا چاہئے کہ کروڑوں کی آبادی اور دنیا بھر کی دولت رکھنے والے عرب مما لک ایک ایسے ملک کے محتاج ہیں جس کا پون صدی پہلے تک وجود تک نہیں تھا اور جس کی کل آبادی محض 80 لاکھ ہے مگر وہاں بجٹ کا بڑا حصہ فوج پر خرچ ہوتا ہے۔ہر شہری پر 18 سال کی عمر میں فوجی تربیت حاصل کرنا لازمی ہے۔مرد تین سال اور عورت دو سال فوج میں خدمات انجام دیتے ہیں لازمی تربیت کے بعد ہر سال کئی کئی ہفتے ریز رو فوجی تربیت کے لیے زیادہ تر افراد رضا کارانہ اپنی خدمت پیش کرتے ہیں۔اس کے نتیجے میں اسرائیل کے پاس تقریباً ساڑھے چار لاکھ ریز رو فوجی ہمیشہ موجود رہتے ہیں جنہیں ایمرجنسی میں کبھی بھی کہیں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔جاسوسی آلات بنانے والے سات اہم مما لک میں اسرائیل شامل ہے۔ 1991ء میں عراق کی اسکڈ مزائل حملوں کے بعد ہر گھر میں ایک ایسا کمرہ بنایا جاتا ہے جہاں کیمیائی ہتھیاروں کا اثر نہ ہو سکے۔ریسرچ اور تحقیق کے میدان میں اسرائیل بہت آگے ہے انٹل اور مائکروسافٹ نے امریکہ کے باہر سب سے پہلے اپنے ریسرچ سینٹر اسرائیل میں ہی قائم کیے تھے۔پانی کی بچت اور جیوتھرمل توانائی میں اسرائیل پہلے نمبر پر ہے۔اسرائیل کے مقابلے عرب حکمرانوں کے ذوق کا اندازہ اس سے لگائیں کہ سعودی شہزادے محمد بن سلمان نے صرف چھٹیاں گزارنے کے لیے فرانس میں 1 ہزار 857 کروڑ روپے کی مالیت کا محل اور ایک پینٹنگ کو 45 کروڑ ڈالر میں خریدا تھا۔تقریباً ہر عرب حکمراں کا ذوق اسی

بقیہ ص ۱۲ / پر

نویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ایمان، کفر اور تکفیر

گزشتہ سے پیوستہ

امام تقی الدین سبکی اپنی کتاب "سیف مسلول" میں فرماتے ہیں: الفصل الأول فی وجوب قتله وذلك مجمع عليه، والكلام فی مسألتين، إحداهما: فی نقل كلام العلماء فی ذلك ودليله، والثانية: فی أنه: يقتل كفراً أوحداً مع الكفر؟ المسألة الأولى فی نقل كلام العلماء ودليله: أما النقل: فقال القاضی عياض: (أجمعت الامة على قتل متنقصه من المسلمين وسابه) وقال أبو بكر بن المنذر: (أجمع عوام أهل العلم على أن على من سب النبی صلی الله عليه وسلم القتل. وممن قال ذلك مالك بن أنس، والليث، وأحمد، وإسحاق، وهو مذهب الشافعی) قال عياض: (وبمثله قال أبو حنيفة وأصحابه، والثوری وأهل الكوفة والأوزاعی، فی المسلم) وقال محمد بن سحنون: (أجمع العلماء أن شاتم النبی صلی الله عليه وسلم المنتقص له كافر، والوعيد جار عليه بعذاب الله، وحكمه عند الأمة القتل، ومن شك فی كفره وعذابه كفر)) وقال أبو سليمان الخطابی: (لا أعلم أحداً من المسلمين اختلف فی وجوب قتله إذا كان مسلما) وعن اسحاق بن راهويه أحد الأئمة الأعلام قال: (أجمع المسلمون أن من سب الله أوسب رسوله صلی الله عليه وسلم أو دفع شيئاً مما أنزل الله أو قتل نبياً من أنبياء الله عزوجل أنه كافر بذلك وإن كان مقرا بكل ما أنزل الله) وهذه نقول معتضدة بدليلها، وهو الإجماع، ولا عبرة بما أشار إليه ابن حزم الظاهری من الخلاف فی تكفير المستخف به، فإنه شیء لا يعرف لأحد من العلماء، ومن استقرأ سير الصحابة تحقق إجماعهم على ذلك، فإنه نقل عنهم فی قضايا مختلفة منتشرة يستفيض مثلها، ولم ينكره أحد. روى أبو داود والنسائی عن أبی برزة قال: كنت عند أبی بكر رضی الله عنه، فتغيظ على رجل - وفی رواية: من أصحابه - فاشتد عليه، فقلت: تأذن لی يا خليفة رسول الله أضرب عنقه؟ قال: فأذهبت كلمتی غضبه، فقام فدخل، فأرسل إلی فقال: ما الذی قلت آنفا؟ قلت: ائذن لی أضرب عنقه. [فقال:] أكنت فاعلا لو أمرتك؟ قلت: نعم، قال: لا والله، ما كانت لبشر بعد محمد صلی الله عليه وسلم. فهذا الكلام من أبی بكر رضی الله عنه يدل على أن النبی صلی الله عليه وسلم له أن يقتل من تغيظ عليه، بخلاف غيره من البشر، ولا شك أن سبه يغيظه. وروى سيف وغيره أن المهاجر بن أبی أمية - وكان أميراً على اليمامة أو نواحيها - رفعت إليه امرأتان غنت إحداهما باسم النبی صلی الله عليه وسلم فقطع يدها ونزع ثناياها، وغنت الأخرى بهجاء المسلمين فقطع يدها ونزع ثنيتها، فكتب إليه أبو بكر: بلغنی الذی سرت به فی المرأة التی: تغنت وزمرت باسم النبی صلی الله عليه وسلم، فلولا ما قد سبقتنی فيها لأمرتك بقتلها، لأن حد الأنبياء ليس يشبه الحدود، فمن تعاطى ذلك من مسلم فهو مرتد، أو معاهد فهو محارب غادر. فإن قيل: لم لا كتب إليه أبو بكر بقتلها؟ قلنا: لعلها

أسلمت، أو لأن المهاجر حدها باجتهاده فلم ير أبو بكر أن يجمع بين حدين. وعن عمر رضي الله عنه أنه أتى برجل سب النبي صلى الله عليه وسلم فقتله، ثم قال عمر :من سب الله أو سب أحدا من الأنبياء فاقتلوه. وعن ابن عباس قال :أيما مسلم سب الله أو سب أحدا من الأنبياء فقد كذب برسول الله صلى الله عليه وسلم، وهي ردة، يستتاب فإن رجع وإلا قتل، وأيما معاهد عاند فسب الله أو سب أحداً من الأنبياء أو جهر به فقد نقض العهد فاقتلوه. قال : وقال ابن القاسم عن مالك- في (كتاب ابن سحنون)، و (المبسوط)، و (العتبية)، وحكاه مطرف عن مالك في كتاب ابن حبيب - :من سب النبي صلى الله عليه وسلم قتل ولم يستتب. وقال ابن القاسم في (العتبية) :أو شتمه أو عابه أو تنقصه فإنه يقتل، وحكمه عند الأمة القتل كالزنديق. وفي (المبسوط): عن عثمان بن كنانة :من تشم النبي صلى الله عليه وسلم من المسلمين قتل أو صلب حياً / ولم يستتب، والإمام مخير في صلبه حيا أو قتله. ومن رواية أبي مصعب وابن أبي أويس :سمعنا مالكا يقول: من سب رسول الله صلى الله عليه وسلم أو شتمه أو عابه أو تنقصه قتل مسلما كان أو كافراً ولا يستتاب. وفي (كتاب محمد) :أخبرنا أصحاب مالك أنه قال :من سب النبي صلى الله عليه وسلم أو غيره من النبيين من مسلم أو كافر قتل ولم يستتب. وقال أصبغ :يقتل على حال أسر ذلك أو أظهره، ولا يستتاب، لأن توبته لا تعرف. وقال عبد الله بن عبد الحكم :من سب النبي صلى الله عليه وسلم من مسلم أو كافر قتل ولم يستتب. وحكى الطبري مثله عن أشهب عن مالك. وروى ابن وهب عن مالك : من قال :إن رداء النبي صلى الله عليه وسلم - ويروى :زر النبي صلى الله عليه وسلم - وسخ، أراد به عيبه، قتل.

قال القاضي عياض :وقال بعض علمائنا : أجمع العلماء على أن من دعا على نبي من الأنبياء بالويل أو بشيء من المكروه أن يقتل بلا استتابة، وأفتى أبو الحسن القابسي فيمن قال في النبي صلى الله عليه وسلم :يتيم أبي طالب، بالقتل. وأفتى فقهاء الأندلس بقتل [ابن] حاتم المتفقه الطليطلي وصلبه باستخفافه بحق النبي صلى الله عليه وسلم وتسميته إياه أثناء مناظرته باليتيم، وزعمه أن زهده لم يكن قصداً، ولو قدر على الطيبات أكلها.

وقال حبيب بن ربيع القروي :مذهب مالك وأصحابه أن من قال فيه عليه السلام ما فيه نقص قتل فقتله واجب. قال القاضي عياض :و كذلك أقول حكم من غمصه أو عيره برعاية الغنم أو السهو أو النسيان أو السحر، أو ما أصابه من جرح أو أصاب ببعض جيوشه، أو شدة من زمنه أو عدوه، أو بالميل إلى نسائه، فحكم هذا كله لمن قصد به :القتل، وقال أحمد بن حنبل في رواية عبد الله: من شتم النبي صلى الله عليه وسلم قتل، وذلك أنه إذا شتم فقد ارتد عن الإسلام، ولا يشتم مسلم النبي صلى الله عليه وسلم.

وقال في رواية حنبل :كل من شتم النبي صلى الله عليه وسلم أو تنقصه مسلما كان أو كافراً فعليه القتل، وأرى أن يقتل ولا يستتاب. وقال فيه روياة أخرى :من شتم النبي صلى الله عليه وسلم مسلما كان أو كافراً يقتل. وقال عبد الله بن أحمد :سألت أبي عمن شتم النبي صلى الله عليه وسلم :يستتاب؟ قال :قد وجب عليه القتل ولا يستتاب؛ خالد بن الوليد قتل رجلا شتم النبي صلى الله عليه وسلم

ولم يستتبه.وهكذا قال أصحاب أحمد :إن من سب الله كفر سواء أكان مازحاً أم جاداً للآية التي استدل بها الشافعي.وقال أبو يعلى من الحنابله :من سب الله أو سب رسوله فانه يكفر سواء استحل سبه أم لم يستحله، فان قال :لم استحل ذلك لم يقبل منه في ظاهر الحكم، روايه واحده، وكان مرتدا، قال :وليس كالقاتل والشارب والسارق اذا قال :أنا غير مستحل، حيث يصدّق، لانّ له غرضا في فعل هذه الأشياء مع التحريم، وهو اللذه، قال :واذا حكمنا بكفره فانما نحكم به في الظاهر، فامّا في الباطن فان كان صادقا فيما قال فهو مسلم كما في الزنديق .وذكر أبو يعلى عن بعض الفقهاء :ان كان مستحلا كفر، وان لم يكن مستحلا فسق ولم يكفر كساب الصحابه. وهذا نظير ما يحكى انّ بعض الفقهاء من أهل العراق أفتى هارون الرشيد فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم انّ يجلد، حتىٰ انكر ذلك مالك رضي الله عنه وردّ هذه الفتيا .وهذا نظير ما حكاه ابن حزم، وقد ذكر القاضي عياض بعد ان ردّ هذه الحكايه عن بعض فقهاء العراق والخلاف الذي أشار إليه ابن حزم بما نقله من الاجماع عن غير واحد، وحمل الحكايه على أن اولئك لم يكونوا ممن شهر بالعلم، أو لم يكونوا ممن يوثق بفتواه لميل الهوىٰ به، أو أنّ الفتيا كانت في كلمه اختلف في كونها سبّا أو كانت فيمن تاب۔ [انتہیٰ]

پہلی فصل اس بات کے بیان میں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشنام دہندہ کو قتل کرنا واجب ہے اور یہ امر اجماعی ہے اور گفتگو دو مسئلوں میں ہے: پہلا مسئلہ اس سلسلے میں علما کی گفتگو اور اس کی دلیل کے تذکرے میں اور دوسرا اس بات کے بیان میں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا یا حکم کفر کے ساتھ حد کے طور پر قتل کیا جائے گا۔

رہا کلام علما کو نقل کرنا تو قاضی عیاض نے فرمایا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹانے والے اور ان کو دشنام دینے والے کے قتل پر امت کا اجماع ہے۔ اور ابو بکر ابن منذر نے فرمایا: تمام اہل علم نے اس بات پر اجماع فرمایا کہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے اس کو قتل کرنا ضروری ہے اور ان لوگوں میں جنہوں نے یہ قول کیا امام مالک بن انس، لیث، احمد اور اسحاق ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، قاضی عیاض نے فرمایا: اور اسی کے مثل مسلم کے بارے میں ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ اور اوزاعی نے قول کیا اور محمد بن سحنون کا قول ہے: سارے علما کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم کو دشنام دینے والا اور ان کی شان گھٹانے والا کافر ہے اور اس کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور تمام امت کے نزدیک اس کی سزا قتل ہے اور جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اور ابو سلیمان خطابی یہ کہتے ہیں: میں کسی کو نہیں جانتا جس نے اس کے قتل کے وجوب کے بارے میں اختلاف کیا ہو جب کہ وہ مسلمان ہو، اور اسحاق ابن راہو یہ جو ایک بڑے امام ہیں فرماتے ہیں: کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کو دشنام دے یا ایسی بات کو رد کرے جو اللہ نے اتاری یا اللہ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو قتل کرے وہ اس سے کافر ہو جائے گا اگر چہ ان سب باتوں کا اقرار کرتا ہو جو اللہ نے اتاری۔

یہ نقول ہیں جو اپنی دلیل سے موید ہیں اور دلیل اجماع ہے، اور حضور کی شان گھٹانے والے کی تکفیر کے بارے میں جس اختلاف کی طرف ابن حزم ظاہری نے اشارہ کیا اس کا اعتبار نہیں۔ اس لیے کہ یہ ایسی بات ہے جو کسی عالم سے معروف نہیں اور جس نے صحابہ کی سیرت کا استقرا کیا ہے اس کے نزدیک صحابہ کا اس بات پر اجماع محقق ہے، اس لیے کہ ان سے مختلف قضایا میں جو مستفیض اور مشہور ہیں، یہ بات منقول ہے اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا پھر امام تقی الدین سبکی نے چند

فیصلے ذکر کیے جن میں سے بطور نمونہ کچھ یہاں ذکر کیے جاتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

ابو داؤد اور نسائی نے ابو برزہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس تھا، تو وہ اپنے اصحاب میں سے ایک شخص پر سخت غضبناک ہوئے تو میں نے عرض کی کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ، کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کی گردن ماروں؟ ابو برزہ کہتے ہیں کہ میری یہ بات ان کا غضب لے گئی تو وہ اٹھ کر گھر میں چلے گئے، پھر مجھے بلا بھیجا اور کہا: تم نے ابھی کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن ماردوں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: اگر میں تم کو حکم دیتا تو تم ایسا کر گزرتے؟ میں نے کہا جی ہاں، فرمایا: نہیں، خدا کی قسم، محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد یہ کسی کا مرتبہ نہیں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا یہ حق ہے کہ جس پر وہ غضب فرمائیں اس کے قتل کا حکم دیں، حضور کے سوا دوسرے انسانوں کے برخلاف اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور کو دشنام دینا حضور کے غضب کا موجب ہے۔

سیف وغیرہ نے روایت کیا کہ مہاجر ابن ابی امیہ جب یمامہ یا اس کے اطراف کے امیر تھے ان کے دربار میں دو عورتیں پیش کی گئیں، ان میں سے ایک نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نام لے کر کچھ گایا، تو انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ لیا اور اس کے دانت نکال لیے اور دوسری نے مسلمانوں کی ہجو گائی تو اس کا ہاتھ کاٹ لیا اور اس کے دانت نکال لیے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کو لکھ بھیجا: مجھے اس معاملے کی خبر پہنچی جو تم نے اس عورت کے ساتھ کیا جس نے نبی کا نام لے کر گانا گایا، اگر تم نے اس کے معاملے میں مجھ پر سبقت نہ کی ہوتی تو میں تم کو اس کے قتل کا حکم دیتا، اس لیے کہ انبیا کی گستاخی کی حد دیگر حدوں کے مشابہ نہیں ہے، تو جو مسلمان ایسا کرے وہ مرتد ہے اور اگر کافر معاہد ہو تو وہ کافر حربی بدعہد ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے دربار میں ایک شخص لایا گیا جس نے نبی کو دشنام دی، تو آپ نے اس کو قتل کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: جو اللہ کو یا نبیوں میں سے کسی ایک کو دشنام دے تو اس کو قتل کرو اور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے: جو کوئی مسلم اللہ کو یا نبیوں میں سے کسی کو دشنام دے تو اس نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا اور یہ ارتداد ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے توبہ لی جائے تو اگر رجوع کرلے تو خیر ورنہ قتل کیا جائے گا اور معاہدہ کرنے والا جو کافر عناد کرے تو اللہ کو یا نبیوں میں سے کسی ایک کو دشنام دے یا اس کا اعلان کرے تو اس نے عہد توڑ دیا، لہٰذا اس کو قتل کرو۔

ابن قاسم نے امام مالک سے کتاب ابن سحنون اور مبسوط اور عتبیہ میں روایت کی اور اس کو مطرف نے امام مالک سے کتاب ابن حبیب میں بیان کیا: جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو دشنام دے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہوگا اور ابن قاسم نے عتبیہ میں یوں کہا: یا حضور کو گالی دے یا حضور کو عیب لگائے یا حضور کی تنقیص کرے تو ایسا شخص قتل کیا جائے گا اور اس کا حکم امت کے نزدیک قتل ہے جیسے زندیق کا یہی حکم ہے اور مبسوط میں عثمان بن کنانہ سے ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دشنام دے قتل کیا جائے یا زندہ سولی پر چڑھایا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہو اور امام کو اختیار ہے کہ اس کو زندہ سولی پر چڑھائے یا اسے قتل کرے اور ابو مصعب اور ابن ابی اویس کی روایت سے یہ ہے کہ ہم نے سنا امام مالک کو فرماتے تھے: جو رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو برا کہے یا دشنام دے یا عیب لگائے یا ان کی شان گھٹائے قتل کیا جائے مسلمان ہو یا کافر اور اس سے توبہ نہ لی جائے گی اور محمد بن سحنون کی کتاب میں ہے: ہمیں امام مالک کے اصحاب نے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا: جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا نبیوں میں سے کسی نبی کو دشنام دے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ ہو، اور اصبغ نے فرمایا: وہ فی

الحال قتل کیا جائے گا خواہ وہ اس بات کو خفیہ رکھے یا اس کو ظاہر کرے اور اس سے توبہ نہیں لی جائے گی، اس لیے کہ اس کی توبہ معروف نہیں، عبد اللہ بن عبد الحکم نے فرمایا: جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے مسلمان ہو یا کافر قتل کیا جائے اور اس سے توبہ نہ لی جائے اور طبری نے اس کے مثل اشہب سے روایت کیا وہ روایت کرتے ہیں مالک سے۔

قاضی عیاض نے فرمایا: علما کا اس بات پر اجماع ہے جو کسی نبی کی ہلاکت کی دعا کرے یا اس کی طرف کسی نازیبا بات کی نسبت کرے وہ بے مطالبۂ توبہ قتل کیا جائے، عبد اللہ کی روایت میں امام احمد بن حنبل کا قول یہ ہے: جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دے قتل کیا جائے گا اور یہ اس لیے کہ جب اس نے گالی دی تو وہ اسلام سے پھر گیا، اور مسلمان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام نہیں دیتا اور حنبل کی روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ ہر وہ شخص جس نے نبی کو گالی دی یا ان کی تنقیص کی مسلمان ہو یا کافر، تو اس کی سزا قتل ہے، اور میری رائے یہ ہے کہ وہ قتل کیا جائے اور اسے توبہ کا مطالبہ نہ ہو، اور ایک دوسری روایت میں یوں فرمایا: کہ جو نبی کو دشنام دے خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کیا جائے گا اور امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: کیا جس نے نبی کو گالی دی اس سے توبہ لی جائے گی؟ فرمایا: وہ قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہ لی جائے گی، خالد بن ولید نے ایک شخص کو قتل کیا جس نے نبی کو دشنام دی تھی اور اس سے توبہ نہ لی اور یوں ہی امام احمد بن حنبل کے اصحاب نے فرمایا: جو اللہ کو دشنام دے وہ کافر ہو جائے گا عام ازیں کہ ہنسی میں ایسی بات کہے یا سنجیدگی میں اس آیت کی وجہ سے جس سے امام شافعی نے استدلال کیا۔

اور حنبلی عالم ابو یعلی نے فرمایا: جس نے اللہ یا اس کے رسول کو دشنام دی تو وہ کافر ہو جائے گا خواہ اس کو حلال نہ جانے اب اگر یہ اقرار کرے کہ میں نے اس امر کو حلال نہ جانا اس کا یہ اقرار ظاہر حکم میں قبول نہ کیا جائے گا اس بارے میں سارے ائمہ سے ایک ہی روایت ہے اور وہ مرتد ہو جائے گا، نیز فرمایا: اور وہ قاتل اس حکم میں شرابی اور چور کے مثل نہیں ہے جب کہ ان جرموں کا مرتکب یہ کہے کہ میں اس جرم کو حلال نہیں جانتا اس لیے کہ اس کی تصدیق کی جائے گی، اس لیے کہ اس شخص کی ان اشیا کے معاملے میں اعتقاد حرمت کے باوجود ایک غرض ہے اور وہ لذت ہے، نیز فرمایا: اور جب ہم نے اس کے کافر ہونے کا حکم کیا تو یہ حکم ہم نے ظاہر کے اعتبار سے لگایا، رہا باطن میں تو اگر وہ اپنے قول میں سچا ہے تو وہ مسلمان ہے جیسے کہ زندیق کے معاملے میں یہی حکم ہے۔

اور ابو یعلی نے کہا کہ بعض فقہا سے یہ منقول ہے: اگر وہ حلال جانتا ہے تو کافر ہے اور اگر وہ حلال نہیں جانتا تو فاسق ہے اور کافر نہیں جیسے کہ صحابہ کو دشنام دینے والا اور یہ اس قول کی نظیر ہے جو حکایت کی جاتی ہے کہ اہل عراق میں سے بعض فقہا نے ہارون رشید کو اس شخص کے بارے میں جس نے نبی کو دشنام دی یہ فتویٰ دیا کہ اس کو کوڑے لگائے جائیں تو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو برا جانا اور اس فتوے کو رد فرمایا اور یہ اس کی نظیر ہے جو ابن حزم نے حکایت کیا اور قاضی عیاض نے بعض فقہائے عراق کی طرف منسوب اس حکایت کو اور اس خلاف کو جس کی طرف ابن حزم نے اشارہ کیا اس اجماع کی وجہ سے جسے انہوں نے بہت سے ائمہ سے نقل کیا رد کرنے کے بعد فرمایا، اور حکایت کو اس پر محمول کیا کہ وہ فقہا ایسے نہ تھے جو وصف علم کے ساتھ مشہور ہوں، یا ایسے نہ تھے کہ ان کے فتویٰ پر اعتماد کیا جائے بوجہ ہوائے نفس ان کے انحراف کی وجہ سے یا یہ کہ فتویٰ ایسے لفظ کے بارے میں تھا کہ جس کے دشنام ہونے کے بارے میں اختلاف ہو یا اس کے بارے میں تھا جس نے توبہ کر لی۔

ناظرین دیکھیں ہم نے خود مضمون نگار کی مستند "سیف مسلول" کی بہت ساری عبارتیں یہاں پیش کیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشنام دینے والا، ان کی شان گھٹانے والا، انہیں ایذا دینے والا کافر بقیہ ص ۱۴ر پر

از: مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی*

متجدد دوراں صدی ڈاکٹر طاہر القادری کی 1700/ تصانیف کی حقیقت

اگر دنیا میں انصاف زندہ ہے تو ہمیں یہ لکھنے میں کوئی باک نہیں کہ ڈاکٹر طاہر القادری اپنی تمام تر علمی اور معنوی خوبیوں کے باوجود نہایت شاطر دماغ، استحصال مزاج اور علمی طور پر دیانتوں کا خون کرنے والا شخص ہے۔ یہ محض ایک دعوی نہیں، اس کے پیچھے درج ذیل دلائل کے انبار بھی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے ادارہ منہاج القرآن کا علمی، تحقیقی اور تصنیفی شعبہ ہے "فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ" جس کی بنیاد 7/ دسمبر 1987 میں رکھی گئی۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ شعبہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے والد سے منسوب ہے۔ اس شعبے کے مقاصد اور ذیلی شعبہ جات کیا کچھ ہیں، ادارہ کے ویکی پیڈیا پیج پر یوں پیش کیے گئے ہیں:

(1) شعبہ تحقیق و تدوین (2) ریسرچ ریویو کمیٹی (3) مرکزی لائبریری (4) شعبہ ترجمہ (5) شعبہ انفارمیشن ٹیکنالوجی (6) شعبہ کمپوزنگ (7) شعبہ نقل نویسی (8) شعبہ خطاطی (9) شعبہ مسودات و مقالہ جات (10) شعبہ ادبیات (11) دار الافتا (12) شعبہ تحقیقی تربیت

فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے قیام کے وقت اس کے درج ذیل مقاصد متعین کیے گئے:

اسلام کے حقیقی پیغام کی تبلیغ و اشاعت۔ تحریک منہاج القرآن کی فکر کی ترویج۔ نئی نسل کو بے یقینی، اخلاقی زوال اور غیر مسلم اقوام کی ذہنی غلامی سے نجات دلانے کے لیے اسلامی تعلیمات کی جدید ضروریات کے مطابق اشاعت۔ مذہبی اذہان کو علم کے میدان میں ہونے والی جدید تحقیقات سے روشناس کرانا۔ راہ حق سے بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو اپنا صحیح ملی تشخص باور کرانا۔ مسلم امہ کو درپیش مسائل کا مناسب حل تلاش کرنا۔ نوجوان نسل کو دین کی طرف راغب کرنا۔ تحریک منہاج القرآن سے وابستہ افراد کی علمی و فکری تربیت کا نظام وضع کرنا اور تربیتی نصاب مدون کرنا۔ "تحریک منہاج القرآن سے وابستہ تمام اہل قلم کو مجتمع کرنا اور ان کی صلاحیتوں کو تحریک کے پلیٹ فارم پر جہاد بالقلم کے لیے بروئے کار لانا"۔ ملکی و بین الاقوامی سطح پر تمام اہل قلم تک تحریک کی دعوت بذریعہ قلم پہنچانا اور انہیں مصطفوی مشن کے اس پلیٹ فارم پر جمع کرنا۔ تحریک کی دعوت بذریعہ قلم پھیلانے کے لیے اس کے اساسی و فکری موضوعات پر مضامین اور تحقیقی مقالات تیار کرنا اور انہیں ذرائع ابلاغ تک پہنچانا۔ تحریک کی دعوت بذریعہ قلم پھیلانے کے لیے علمی اور فکری موضوعات پر کتب تصنیف کرنا اور تحقیقی ضروریات پورا کرنا۔ "قائد تحریک کے مختلف دینی، سماجی، اقتصادی، سیاسی و سائنسی، اور اخلاقی و روحانی موضوعات پر فکر انگیز ایمان افروز خطابات کو کتابی صورت میں مرتب کروانا"۔ ریسرچ اسکالرز سے اہم موضوعات پر تحقیقی مواد تیار کروانا اور اسے شائع کروانا۔ جدید اسلوب تحقیق اور عصری تقاضوں کے مطابق اسلامی ورثہ کو نسل نو کی طرف منتقل کرنا۔

(ویکی پیڈیا پیج: فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ)

ہم اس میں کوئی شک نہیں کرتے کہ ان مقاصد میں سے ہر مقصد میں خلوص رہا ہوگا لیکن اس عبارت کا پہلا جملہ ہی بتا رہا ہے، یہ مقاصد متعین تھے، پورے نہیں ہوئے، بارہ شعبہ جات نے مل کر اوپر ڈبل قوسین کے درمیان ذکر کردہ دو مقاصد کی تکمیل پر زور رکھا اور تحریک سے جڑے تمام سادہ لوح اور جذباتی لوگوں کی صلاحیتوں کو نچوڑ کر قائد تحریک ڈاکٹر طاہر القادری کے مختلف دینی، سماجی، اقتصادی، سیاسی و سائنسی، اور اخلاقی و

روحانی موضوعات پر دیے گئے خطابات کو کتابی صورت میں مرتب کرنے پر محنت کی اور آج ڈاکٹر صاحب کی کئی سو کتابیں اسی استحصال کا نتیجہ ہیں۔

قارئین! یقین کریں! ڈاکٹر صاحب کی تصانیف کا بنیادی راز یہی ہے۔ ان کی تصانیف نما ضخامتوں کے پیچھے بارہ تنخواہ یافتہ شعبہ جات کام کر رہے ہیں اور سچ یہ ہے کہ ان مطبوعہ کتابوں کے ٹائٹل پر ''شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری'' کا سنہرا نام ضرور رہتا ہے لیکن در اصل آں جناب کا اپنی ایسی تصانیف میں کوئی خاطر خواہ کردار نہیں ہوتا۔ یقین نہ ہو تو ڈاکٹر صاحب کی طرف سے فراہم کردہ معلومات کے مطابق دیکھیے کہ ڈاکٹر صاحب کی تصانیف کے پیچھے کن بے چارے اور مظلوم کرائے داروں کی محنتیں کام کر رہی ہیں۔

ویکی پیڈیا کے مطابق فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے الگ الگ شعبہ جات میں صرف اہم ذمہ داروں کے طور پر اب تک جو لوگ کام کر چکے ہیں، ان کی اجمالی فہرست یہ ہے :

(1) لیکچرر محمد صدیق قمر، (2) علامہ ظہور الٰہی، (3) علامہ محمد امین مدنی (4) پروفیسر مستنیر علوی (5) ڈاکٹر علی اکبر ازہری (6) رانا جاوید مجید قادری، (7) پروفیسر محمد اشرف چودھری، (8) پروفیسر محمد رفیق نقشبندی، (9) ڈاکٹر نعیم انور نعمانی، (10) ریاض حسین چودھری، (11) ناصر اقبال ایڈووکیٹ، (12) شیخ عبد العزیز دباغ، (13) قمر الزمان شیخ، (14) ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، (15) ڈاکٹر کرامت اللہ، (16) محمد فاروق رانا، (17) پروفیسر نصر اللہ معینی، (18) ضیاء اللہ نیر، (19) پروفیسر محمد الیاس قادری، (20) ڈاکٹر محمد نواز ازہری، (21) ڈاکٹر محمد ارشد نقشبندی، (22) علامہ محمد الیاس اعظمی، (23) علامہ محمد رمضان قادری، (24) محمد علی قادری، (25) محمد تاج الدین کالامی، (26) محمد افضل قادری، (27) عبد الجبار قمر، (28) علامہ سہیل احمد صدیقی، (29) ابو اویس محمد اکرم قادری، (30) محمد حنیف، (31) حافظ فرحان ثنائی، (32) حافظ ظہیر احمد اسنادی، (33) اجمل علی مجددی (34) حسنین عباس (35) ڈاکٹر محمد ظہور اللہ ازہری، (36) سید قمر الاسلام ضیغم، (37) ڈاکٹر فیض اللہ بغدادی، (38) حافظ محمد ضیاء الحق رازی (39) حافظ مزمل حسین بغدادی، (40) پروفیسر محمد نواز ظفر، (41) مفتی عبد القیوم خان ہزاروی، (42) ممتاز الحسن باروی، (43) شبیر احمد جامی، (44) ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، (45) پروفیسر افتخار احمد شیخ، (46) پروفیسر محمد رفیق، (47) عاصم نوید، (48) یونس علی بٹر (49) جاوید اقبال طاہری، (50) امانت علی چودھری، (51) ڈاکٹر زاہد اقبال، (52) تحسین خالد، (53) فاروق ارشاد، (54) محمد یامین، (55) عبد الخالق بلتستانی، (56) حامد سمیع، (57) محمد نواز قادری، (58) کاشف علی سعید، (59) سلیم حسن، (60) غلام نبی قادری، (61) حافظ محمد طاہر علوی، (62) مقصود احمد ڈوگر، (63) محمد افتخار، (64) ظہیر احمد سیال، (65) علامہ حافظ حکیم محمد یونس مجددی، (66) محترم محمد اخلاق چشتی، (67) محمد یوسف نظامی، (68) سلام شاد، (69) شاہد محمود، (70) علامہ حافظ سراج سعیدی، (71) فریدہ سجاد، (72) مصباح کبیر، (37) نازیہ عبد الستار، (74) رافعہ علی، (75) آسیہ سیف قادری، (76) کوثر رشید، (77) جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کی منتہی کلاسوں کے طلبا۔

اس فہرست میں شیخ الاسلام کی تقریروں سے کتاب بنانے والے نقل نویس، کتاب کو تحقیقی رنگ دینے والے محققین، تحقیق میں تخریج کا رنگ بھرنے والے ریسرچ اسکالرز، کتاب کو ادبی رنگ دینے والے ارباب ادب، کتابوں کی کمپوزنگ کرنے والے ٹائپسٹ اور کتابوں کو دوسری زبانوں میں ڈھالنے والے مترجمین سب شامل ہیں یعنی یہ پوری ٹیم ہے، 1987 سے 2018 تک کی تیس سال سالہ مدت ہے اور نتیجتاً شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے نام سے چھپی ہوئی سیکڑوں کتابیں ہیں۔

آدمی کتنا بھی جھوٹا ہو، کبھی نہ کبھی کسی بہانے سچ زبان پر آ ہی جاتا ہے، منہاج القرآن کے تیار کردہ اس ویکی پیڈیا پیج پر بھی

اس طرح کئی جگہ خواہی نخواہی سچ کی آمیزش ہو ہی گئی ہے، جس کے زیر وبم سے یہ اعتراف ہوتا ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری کی تصانیف میں مندرجہ بالا لوگوں کی محنتیں شامل ہیں۔ اب ذرا سچائی کو دبے لفظوں میں محسوس کیجیے ایک جگہ لکھا ہے: تینوں حضرات خصوصاً ریاض حسین چودھری نے سیرۃ الرسول کے تاریخی پراجیکٹ پر حضرت شیخ الاسلام کی نگرانی میں نہایت جاں فشانی سے کام کیا۔ (ایضا)

ایک جگہ ''شعبہ تحقیق وتدوین'' کے تعارف میں لکھا ہے:

اس شعبہ میں زیادہ تر منہاج یونیورسٹی لاہور کے کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک اسٹڈیز (COSIS) کے فضلا علوم اسلامیہ میں تخصص کی بنا پر کل وقتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ (ایضا)

ایک جگہ یوں حقیقت نوک قلم پر آ گئی ہے:

منہاج یونیورسٹی کے فارغ التحصیل منہاجینز نے قائد تحریک کا دست و بازو بنتے ہوئے اس شعبہ میں شبانہ روز محنت کی۔ آج شعبہ تحقیق وتدوین کا خواتین وحضرات پر مشتمل مستعد ریسرچ اسٹاف حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی کا عظیم انقلابی پیغام اعلی معیاری مطبوعات اور انٹرنیٹ کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے شب وروز پوری دل جمعی اور تن دہی سے مصروف عمل ہے۔ FMRi کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتب میں تحقیق وتخریج کا معیار ملک بھر کے کسی بھی اشاعتی ادارے کے مقابلے میں معیاری، وقیع اور محققہ ہوتا ہے۔ اس شعبہ کی اعلی کارکردگی کی بدولت تحریک منہاج القرآن کی علمی خدمات کو ملک کے علمی حلقوں میں انتہائی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ (ایضا)

بلکہ حال یہ ہے کہ مردوں کے شانہ بشانہ شیخ الاسلام کی تصانیف کی تعداد بڑھانے کے لیے خدمت دین کے پاکیزہ جذبات کے ساتھ پردہ نشین عورتیں بھی اپنی صلاحیتوں کے مطابق یہ کام کرتی ہیں، دیکھیے:

منہاج یونیورسٹی لاہور کے کالج برائے خواتین کی فاضلات اور دیگر محققات بھی دینی جذبے اور پوری لگن سے اس شعبے میں شب وروز مصروف عمل ہیں۔ اس حوالے سے فریدہ سجاد، مصباح کبیر اور نازیہ عبدالستار و دیگر فاضلات خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ جب کہ رافعہ علی، آسیہ سیف قادری اور کوثر رشید بھی اس ٹیم کا حصہ رہی ہیں۔ خواتین اسکالرز کی کاوشوں سے حضرت شیخ الاسلام کی زیر نگرانی چند کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔

اسی پر بس نہیں بلکہ شیخ الاسلام کا استحصالی ذہن چوں کہ ایڈوانس کام کرتا ہے اس لیے تنخواہ یافتہ ملازمین کے علاوہ مذہب و مذہبیات کی راگ الاپنے والے شیخ الاسلام فاصلاتی طور پر بھی بڑے طبقے سے یہ کام لیتے ہیں اور نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر سے لوگ شیخ الاسلام کی تصانیف بڑھانے میں ان کی علمی ہوتی ہے:

اس شعبہ میں مستقل بنیادوں پر کام کرنے والے محققین کے علاوہ فاصلاتی اسکالرز کو بھی welcome کیا جاتا ہے۔ وہ افراد جو اپنی مصروفیات کے باعث باقاعدگی سے انسٹی ٹیوٹ میں نہیں آسکتے وہ بھی اپنی تحقیقی خدمات کے ذریعے اس عظیم کام میں شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ملک پاکستان سے باہر قیام پذیر افراد بھی اعزازی طور پر تحقیقی خدمات سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ نیز منہاج یونیورسٹی کے کالج آف شریعہ کے اساتذہ کرام بھی اس شعبہ کے مختلف تحقیقی امور میں خدمات سرانجام دیتے رہتے ہیں، جن میں پروفیسر محمد نواز ظفر، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد الیاس اعظمی، ممتاز الحسن باروی، شبیر احمد جامی و دیگر شامل ہیں۔'' (ایضا)

ان تمام سچی باتوں سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ شیخ الاسلام کی تصانیف میں 70 سے زیادہ آن ریکارڈ نامزد اسٹاف کے علاوہ ان کے مختلف اداروں کے ذمہ داران، دنیا بھر کے جذبہ دین رکھنے والے محققین ومترجمین اور حضرات وخواتین کی یکساں محنتیں شامل ہیں لیکن دنیا میں ان تمام لوگوں کی محنتیں جن کے نام کی ڈکار بنتی ہیں وہ ہیں مجدد رواں صدی، سفیر امن، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری جو علمی سنجیدگی کا رونا روتے ہوئے

بھی تمام تر علمی دیانتوں کو بالائے طاق رکھ کر مصنف اعظم بنے بیٹھے ہیں اور دنیا کا معیار دیکھیے کہ دنیا انھیں مصنف مان بھی رہی ہے۔لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کی دنیا بھلے انھیں مصنف اور ان کی کتابوں کو تصنیف سمجھے، کل کا مؤرخ انھیں ضرور علمی خائن اور صدی کا سب سے بڑا سرقہ باز لکھنے پر مجبور ہوگا۔

اب ذرا یہ بھی دیکھیے دنیا بھر کے دوروں پر رہنے والے شیخ الاسلام کے پیچھے بے چارے زر خرید کس طرح دن رات خون پسینہ ایک کرتے ہیں۔ فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا ایک شعبہ ہے ــ" ریسرچ ریویو کمیٹی "ــ۔اس کا تعارف دیکھیے اور سر دھنیے کہ ہم شیخ الاسلام کو جس وقت دہلی، حیدر آباد اور بمبئی میں لائیوسن رہے ہوتے ہیں، ٹھیک اسی وقت شیخ الاسلام لاہور کے ایک گوشے میں ایک ساتھ کئی کتابیں تصنیف کر رہے ہوتے ہیں:

ان ممالک میں دعوتی و تنظیمی امور کی نگرانی کے لیے حضرت شیخ الاسلام وقتاً فوقتاً دورہ جات کرتے ہیں۔ نیز مختلف ممالک میں حکومتی و ذیلی سطحوں پر منعقد ہونے والی کانفرنسز اور سیمینارز میں بھی شرکت کرتے ہیں۔

لہٰذا حضرت شیخ الاسلام کی پاکستان میں عدم موجودگی کے دوران میں تحقیقی امور کی نگرانی کے لیے 2006ء میں ریسرچ ریویو کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔اس کمیٹی کے سربراہ ناظم اعلی تحریک منہاج القرآن ڈاکٹر رحیق احمد عباسی ہیں، جب کہ دیگر اراکین یہ ہیں :(1) ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، (2) ڈاکٹر علی اکبر الازہری، (3) پروفیسر محمد نصر اللہ معینی، (4) ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری، (5) محمد افضل قادری، (6) محمد فاروق رانا، (7) فیض اللہ بغدادی۔

ریسرچ ریویو کمیٹی کے ذمہ تمام اسکالرز سے ریسرچ پر اجیکٹس کی رپورٹس لینا، انہیں ہدایات دینا اور ان کا فالواپ کرنا ہوتا ہے۔ کمیٹی کی پندرہ روزہ میٹنگ منعقد ہوتی ہے، جس میں پراجیکٹس پر ہونے والی پیش رفت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ بعد ازاں کمیٹی کی سفارشات حضرت شیخ الاسلام کو بذریعہ ای میل ارسال کی جاتی ہیں جوان کی توثیق کے بعد لاگو کر دی جاتی ہیں"۔ (ایضا)

شیخ الاسلام کی کرامت کہیے کہ ان کی تقریریں چند دنوں بعد تحریر بن جاتی ہیں، یہ کرامت جس مصدر سے صادر ہوتی ہے، اس کی شکل لاہور میں ــ" مرکزی لائبریری "ــ کی ہے۔ لائبریری کا تعارف پڑھیے:

لائبریری کے وسیع و عریض ہال، جہاں تشنگان علم کے لیے حضرت شیخ الاسلام کے لیکچرز، سیمینارز، اور دیگر پروگرام منعقد ہوتے رہتے ہیں"۔ (ایضا)

ہم پہلے" فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ "ــ کے مقاصد میں پڑھ چکے ہیں: ــ" قائد تحریک کے مختلف دینی، سماجی، اقتصادی، سیاسی و سائنسی، اور اخلاقی و روحانی موضوعات پر فکر انگیز ایمان افروز خطابات کو کتابی صورت میں مرتب کروانا"۔

ان دونوں کو ملائیے تو نتیجہ سامنے ہے: شیخ الاسلام کے ہزاروں خطبات امت کی ضرورت نہیں، بار ہا تھوپے ہوئے بھی ہیں تا کہ جہاں خطبات کی تعداد میں قابل قدر اضافہ ہو، وہیں دھڑلے سے تصانیف بھی بڑھتی چلی جائیں۔ آخر شعبہ خطاطی اور کمپوزنگ میں بھی تو پیسے خرچ ہوتے ہیں۔

اور اب اس میں کوئی شبہ نہ رہ جائے کہ شیخ الاسلام کی تصانیف در اصل ان کی تقریریں ہیں اور تقریریں بھی ایسی جو انھیں ایک مخصوص شعبہ تیار کر کے دیتا ہے،" شعبہ نقل نویسی" کے نام سے تابوت کی یہ آخری کیل دیکھیے:

"حضرت شیخ الاسلام کے کم وبیش پانچ ہزار خطابات اور لیکچرز اسلام کے ہر موضوع جیسے قرآن و حدیث، سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقہ و اصول فقہ، روحانیات، تصوف، عقائد، اخلاقیات، فلسفہ، فکریات، الٰہیات، سیاست (قومی و بین الاقوامی)، عمرانیات، معاشیات، ثقافت، میڈیکل سائنسز، حیاتیات، فلکیات، امبریالوجی اور پیرا سائیکالوجی وغیرہ پر موجود ہیں، جو کہ ملک پاکستان اور بیرونی دنیا میں وقتاً فوقتاً دیے جاتے

ہیں۔ یہ لیکچرز دنیا بھر میں منہاج القرآن کی لائبریریوں میں سمعی و بصری شکل میں موجود ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ کے ناقل علامہ حافظ حکیم محمد یونس مجددی کی سربراہی میں شعبہ نقل نویسی اس علمی ذخیرے کو تحریری قالب میں ڈھالنے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ فوری حوالہ کے لیے لیکچرز کے اہم نکات و اقتباسات اخذ کیے جاتے ہیں۔ یہ شعبہ لیکچرز کو ترتیب و تدوین کے لیے تیار کرتا ہے، بعد ازاں شعبہ تحقیق و تدوین اپنے موضوعات کی تیاری میں ان نقل شدہ خطابات کو استعمال میں لاتا ہے''۔ (ایضا)

امید ہے اگر کوئی انصاف پسند منہاجی اس شعبے کا یہ تعارف پڑھے گا اور اس کا دماغ اس کا ساتھ دے رہا ہوگا تو وہ ضرور اس فیصلے پر مجبور ہوگا کہ شیخ الاسلام کے ٹائٹل سے شائع ہونے والی کتابیں در اصل ان کے خطابات کی تحریری شکل ہیں جن کو کتابی اور پھر ادبی رنگ دینے کے لیے لاہور میں ایک زر خرید شعبہ رات دن اپنی صلاحیتیں کھپا رہا ہے۔

اب ذرا ایک اور مبارک شعبہ کا تعارف دیکھیے جس کا نام ہے ''شعبہ ادبیات''۔

''یہ شعبہ انسٹی ٹیوٹ میں ہونے والے تحقیقی کام کی ادبی حوالے سے نوک پلک درست کرتا ہے۔ انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتب کی عبارت آرائی اور لغوی درستگی اسی شعبہ کی ذمہ داری ہے۔ شعبہ ادبیات میں نامور نعت گو شاعر ریاض حسین چودھری کی ریٹائرمنٹ کے بعد معروف نعت گو شاعر و ادیب ضیاء اللہ نیر بطور انچارج شعبہ ذمے داری سرانجام دے رہے ہیں، جب کہ محمد وسیم انجم بھی اس شعبے میں اپنے جوہر دکھا رہے ہیں''۔ (ایضا)

کتنا دل پذیر لفظ ہے ''ادبی حوالے سے نوک پلک درست کرنا'' یعنی حال یہ ہے کہ شیخ الاسلام کی کتابوں میں کوئی رنگ چھوٹنا نہیں چاہیے، اپنے قاری کی نظر میں شیخ الاسلام جتنے بڑے محقق ہوں، اتنے ہی بڑے ادیب بھی ہوں، بھلے اس کے لیے مستقل ڈیپارٹمنٹ قائم کرنا پڑے۔

قارئین! اگر ایمانی رمق ہے تو دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں جو شخص اس قدر صلاحیتوں کا استحصال کرتا ہو اور آج سے نہیں بلکہ پچھلے تیس سالوں سے، اگر وہ سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کتابیں بھی مارکیٹ میں لا دے تو کیا کوئی کمال کی بات ہے؟

ایمان کی تو یہ ہے کہ فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے لیے جتنی بڑی ٹیم کام کر رہی ہے، اس تعداد کے تناظر میں دیکھا جائے تو ڈاکٹر طاہر القادری کی تصانیف کی تعداد ہنوز بہت کم ہے کیوں کہ جس ویکی پیڈیا پیج کی ہم بات کر رہے ہیں، اس کے مطابق شیخ الاسلام کی تصانیف کی تعداد تین سو چالیس ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ تعداد دم بہ دم بڑھ رہی ہے لیکن بڑھتے ہوئے بھی سن 2018 کے اختتام تک ایک ہزار تک نہیں پہنچ سکی۔ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے یہ صلاحیتوں کے استحصال کی بے برکتی ہی کہی جائے گی کہ اتنی بڑی ٹیم کی محنت پر دن دہاڑے اپنا نام چسپاں کرنے والے شیخ الاسلام کی تصانیف کی تعداد تیس سالوں میں بھی سیکڑوں میں محدود ہیں۔ دیکھیے شیخ الاسلام کی اس چوری اور سینہ زوری کو کتنے خوب صورت لہجے میں پیش کیا گیا ہے :

بحمد اللہ تعالیٰ تمام شعبہ جات کے باہمی اشتراک اور تعاون سے اس وقت تک FMRi کے زیر اہتمام قائد تحریک شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی مختلف موضوعات پر تین سو چالیس کتب تحقیق و تدوین کے مراحل سے گزر کر اردو، عربی اور انگریزی زبان میں منظر عام پر آچکی ہیں، جب کہ اردو کتب کے عربی، انگریزی و دیگر زبانوں میں تراجم کا کام بھی اس کے ساتھ ساتھ جاری ہے۔ علاوہ ازیں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تحریکی نیٹ ورک سے وابستہ کارکنان اپنی مقامی زبانوں میں بھی یہ کتب شائع کرانے میں مصروف ہیں۔ (ایضا)

اس موقع پر اس انسٹی ٹیوٹ کی ایک کرامت یہ بھی دیکھیے کہ جو انسٹی ٹیوٹ اپنے دعوے کے مطابق محققین کی تربیت کر رہا ہے، آج تک ان تربیت یافتہ محققین کی اپنی تصانیف کیوں نہیں نظر آتیں؟ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ ان کی تمام تر تربیتیں اور تحقیقات ڈاکٹر طاہر القادری کی تصانیف کے لیے ہیں اور انھی کے گرد گھوم رہی ہیں ورنہ اب تک ایسے تربیت یافتہ محققین کو

عالمی محققین میں شمار ہونا چاہیے تھا لیکن ایسا کیسے ہو وہ بے چارے تو تیلی کے بیل کی طرح اپنی تمام علمی تحقیقات بلکہ صلاحیتیں بھی شیخ الاسلام کے ہاتھوں بیچ چکے ہیں۔

عجیب بات دیکھیے کہ فہرست میں درج چند لوگوں کی ان کے اپنے نام سے چھپی جو دو چند کتابیں ہیں بھی وہ شیخ الاسلام کی مدح سرائی میں قلابے ملانے والی ہیں یا پھر بالکل عام نوعیت کی جن کی کوئی علمی یا تحقیقی حیثیت نہ تسلیم کی جا سکے۔

پاکیزہ چوری کے چند اور رخ:

(ب) 70 سے زیادہ باصلاحیت افراد کی محنتیں 30 سال سے اپنے نام کر کے اپنی تصانیف کی تعداد بڑھانے کے علاوہ ڈاکٹر طاہر القادری کی تصانیف کا ایک اور سارقانہ رخ بھی ہے اور وہ ہے بے جا طوالت۔ ہوتا یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی تصانیف میں تکرار، غیر ضروری مباحث اور کاپی پیسٹ خوب ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک کتاب کو دوسری کتاب میں ضم کرنے کا کاروبار بھی یہاں دھڑلے سے ہوتا ہے جیسے بدعت پر ایک مستقل رسالہ موجود ہے، لیکن شیخ الاسلام کی کئی تصانیف میں ٹھیک بدعت کے وہی مباحث جوں کے توں کاپی پیسٹ ہوتے ہیں اور وہ بھی وہاں جہاں اتنی زیادہ بدعت کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کی تصدیق ہر وہ شخص کرے گا جس نے ڈاکٹر صاحب کی کتابوں کا تنقیدی مطالعہ کیا ہے۔

(ج) ڈاکٹر طاہر القادری کے نام سے منسوب خاصی کتابیں ایسی ہیں جو عربی کتابوں کا ترجمہ ہیں اور ڈاکٹر صاحب نے ترجمہ وغیرہ کو کا کچھ بھی ذکر کیے بنا اردو میں انھیں دھڑلے سے اپنی تصنیف بنا کر پیش کیا ہے۔

محترم ارسلان اسمعی اپنے فیس بک پیج کے ذریعہ ایسی تصانیف کی نقاب کشائی کرتے رہتے ہیں، اس دعوے کی دلیل کے لیے ان کا پیج وزٹ کرنا چاہیے۔

(د) طاہری تصانیف میں بے جا ضخامت وہ نمایاں پہلو ہے جس کا منہاج القرآن کی مطبوعات کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص کھلے دل سے اعتراف کرے گا۔ سب جانتے ہیں کہ بڑے حوالے کے بعد چھوٹی کتابوں کے حوالے کی ضرورت نہیں رہ جاتی لیکن ڈاکٹر طاہر القادری کی کتابوں میں کبھی کبھی ایسا لگتا ہے جیسے مکتبہ شاملہ میں نظر آنے والے بیشتر حوالوں کا زبردستی انبار لگا دیا جاتا ہے مثال کے طور پر ''المنہاج السوی'' سمیت منہاج القرآن سے شائع شدہ دیگر کتب حدیث دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی تصانیف میں کئی بار صفحات کے صفحات صرف حوالوں کی نذر ہو جاتے ہیں اور اس طرح صفحات کی تعداد اور کتاب کی ضخامت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

(ھ) تضادات کی کثرت بھی ڈاکٹر طاہر القادری کی کتابوں کا ایسا پہلو ہے جسے دور سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اور یہ بیماری ہر اس شخص کے بیانات یا تصانیف میں پائی جاتی ہے جس کے اندر سچائی کا عنصر کم ہو اور اسے اتفاق کہا جائے کہ ڈاکٹر صاحب کے اندر یہ عنصر کم ہے۔

اسی طرح تقریر و تحریر میں تضاد بھی ڈاکٹر صاحب کا وہ عیب ہے جسے ایک اندھا بھی پکڑ سکتا ہے۔ بہت ممکن ہے ایسا اس لیے ہو کہ بارہا ڈاکٹر صاحب کو خود نہیں معلوم ہوتا وہ اپنی کتاب میں کیا لکھ چکے ہیں کیوں کہ دراصل کتاب کسی اور نے لکھی ہوتی ہے۔

الغرض! ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی تصانیف میں جہاں کھلے عام سرقہ ہے، وہیں بے جا طوالت، تکرار مباحث، زبردستی کتابوں کی ضخامت بڑھانے کی کوشش اور علمی تضادات وغیرہ جیسے دیگر علمی سقم بھی ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ ایسا شخص علمی طور پر خائن ہے جو کھلے بندوں دیانتوں کا خون کر رہا ہے اور پچھلے 30 سالوں سے غریب باصلاحیت افراد کی غربتوں کا چند ٹکوں کے بدلے استحصال کر رہا ہے۔ اگر ایسا شخص بھی مجدد اور شیخ الاسلام ہو سکتا ہے تو اس کا سیدھا سا مطلب ہے قیامت بالکل قریب ہو چکی ہے اور مذہبی فہم اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ مذہب کے نام پر کسی کو بھی گمراہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ خیر فرمائے آمین۔

◆◆◆

انیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰؍ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی سترہویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

◀■گزشتہ سے پیوستہ■▶

عرض...۶: حضور لائف انشورنس جو ہوتی ہے (بیمہ پالیسی) اس کے لئے کیا حکم ہے؟

ارشاد...: لائف انشورنس کا حکم یہ ہے کہ جو کمپنی غیر مسلموں کے قبضے میں ہے کُل کی کُل اس میں کوئی مسلمان کسی طور پر شریک نہیں ہے اس میں بیمہ کرانا جائز ہے مسلمان کو اس لئے کہ جو زیادتی ملتی ہے گورنمنٹ کی طرف سے یا اس کمپنی کی طرف سے وہ، وہ مال ہے جو کافر سے مسلمان کو محض اس کی رضا سے اِس کی طرف سے بدعہدی کے بغیر ملتا ہے اور ایسا مال جس میں مسلمان کی طرف سے کوئی بدعہدی نہ ہو اور خالص اُس کی رضا سے ملے تو وہ مسلمان کے لئے خالص مباح ہے۔

عرض...۷: زید کے پاس ایک زمین تھی اس نے اس کو بیچا جس میں اس کو پانچ لاکھ روپے ملے اسی رقم کو اس نے فکس ڈیپوزٹ میں رکھا اور فکس ڈیپوزٹ میں رکھے ہوئے ابھی صرف چار ماہ ہوئے ہیں کیا زید کو زکاۃ ادا کرنا ہوگی؟

ارشاد...: سال گزر جانے کے بعد اس پر زکاۃ ہوگی، سال بہ سال اس پر زکاۃ واجب ہوتی رہے گی اور اس کی ادائیگی اس صورت میں ہوگی جب کہ اس کو بقدر نصاب یا نصاب کا ایک بٹا پانچ (1/5) قبضے میں اس کے آجائے اب جتنی سال کی اسکے اوپر زکاۃ واجب ہوئی وہ ادا کرے اب اگر

بقیہ ص ۷؍ پر

بارہویں کے نور سے روشن ہوئی کُل کائنات

از: محبوب گوہر

شمعِ حق سے کوہِ فاراں ماہتابی ہوگیا
شہرِ مکہ کا ہر اک خطۂ گلابی ہوگیا

آسماں کا چاند بھی اترا لئے کشکول ہے
گھر پہ بی بی آمنہ کے نور کا ماحول ہے

گونج گونج اٹھّی تھی ان نغموں سے مکے کی فضا
آرہی تھی خطے خطے سے صدائے مرحبا

مرحبا کس شان سے آتے ہیں محبوبِ خدا
قدسیوں کے لب پہ ہے نعتِ رسولِ مجتبیٰ

وجد میں تھے وادئ ام القریٰ کے آبشار
پڑ رہی تھی رحمتوں کی ہلکی ہلکی سی پھوار

آمدِ خیرالبشر کا کتنا گہرا ہے اثر
کفر کا نکلا جنازہ شر کی ٹوٹی ہے کمر

ان کی آمد سے جہاں میں آیا خوشحالی کا دَور
ختم ہوکر رہ گیا دنیا سے بدحالی کا دَور

مفلسوں پر رحم کھانے والے آقا آگئے
دستگیری کے لئے ماویٰ و ملجا آگئے

کفروظلمت کی دکاں میں بند تالا ہوگیا
آمدِ سرکار سے ہر سو اجالا ہوگیا

عدل کے میزان کا پلڑا ہے بھاری ہوگیا
خائنوں کے عدلیہ میں خوف طاری ہوگیا

مصطفےٰ آئے تو ویرانے کو آبادی ملی
بارہویں تاریخ میں دنیا کو آزادی ملی

مٹ گئے دنیا سے یکسر شرکیہ رسم و رواج
یوں دیا محبوبِ رب نے حق پرستی کا مزاج

بارہویں کی صبح بھی کتنی نرالی صبح ہے
بلکہ یہ کہئے کہ یہ سب سے اجالی صبح ہے

جب عرب میں ہوگیا انصاف کا سورج طلوع
تب ہوا جاکر رواداری کا عہدِ نو شروع

آسماں پر روشنی ہی روشنی ہے ہر طرف
اور زمیں پہ جشنِ میلاد النبی ہے ہر طرف

رسمِ بد کی لعنتوں سے پایا چھٹکارا سماج
سرورِ دیں نے سروں پر رکھ دیا عظمت کا تاج

آسماں سے ہورہا ہے ابرِ رحمت کا نزول
کھل اٹھے ہیں کشتِ ویراں پر خوشی کے تازہ پھول

جرم کے عادی بھی تائب ہوگئے تخریب سے
ہوگئی انسانیت آراستہ تہذیب سے

ہر طرف صلِّ علی کا شور برپا ہوگیا
حسنِ عالَم اُن کی آمد سے دوبالا ہوگیا

سیرت و اخلاقِ پیغمبر کا ہے یہ فیضِ عام
آج بھی انسانیت کا ہے جو باقی احترام

خیرمقدم کے لئے اترے مکینانِ فلک
شادماں آئے نظر سب حوروغلمان و ملک

کم نہ ہوگی عظمتِ دینِ محمد کی چمک
مذہب اسلام تابندہ رہے گا حشر تک

آگئی ہیں مریم و حوا بھی استقبال کو
پیش کرنے اپنی نذریں آمنہ کے لال کو

ان کے صدقے آج یومِ بارہویں ممتاز ہے
بلکہ یہ تاریخ کا اک نقطۂ آغاز ہے

گھر پہ عبدالمطّلب کے ہے فرشتوں کا ہجوم
جا بجا ہے سیّدِ کونین کی آمد کی دھوم

بارہویں کے نور سے روشن ہوئی کُل کائنات
ہیں کشادہ اُس کے دم سے ہی صداقت کی جہات

ہر ورق نکھرا کتابِ زیست کے مضمون کا
بن گیا جنت نشاں گھر آمنہ خاتون کا

سرورِ کون و مکاں کی ذات پر لاکھوں سلام
بھیج گوہر فخرِ موجودات پر لاکھوں سلام

में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़ददम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

OCTOBER - 2020
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan